جلد 18 شمارہ 7 ماہ جولائی 2016ء شوال 1437ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — اللہ — محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس وغیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار



بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری 0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❁❁❁ سالانہ فنڈ -/300 روپے

﴿ اس شمارے میں ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ہم سب پر اپنے مہربان مالک کا بے انتہا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں رمضان المبارک کی پاکیزہ ساعتوں سے بہرہ مند ہونے اور بعد ازاں شکر گزاری کے لیے عید جیسا بیش قیمت موقع عطا فرمایا۔ ایک ماہ پر محیط روحانی تزکیے کا یہ refresher course یقیناً تقویٰ کا اتنا زادِ راہ ضرور فراہم کرتا ہے جو بقیہ سال کے گیارہ ماہ بندۂ مومن کے کام آتا رہتا ہے۔ بحیثیت توحیدی سالک ہمارا فرض ہے کہ ہم نے اس مہینے میں تعلق مع اللہ کی جو spirit حاصل کی ہے اس کو سارا سال زندہ رکھیں۔ اس کے لیے دوران سال مختلف اوقات میں روزے رکھنا، خود احتسابی کی مسلسل مشق کے ساتھ ساتھ تسلیم و رضا اور تزکیہ اخلاق کی مسلسل کوشش کے علاوہ سلسلہ توحیدیہ کے سلیبس پر تندہی سے عمل انتہائی سودمند ثابت ہوگا۔

ابھی جذبے جوان اور رمضان المبارک کی برکتوں کا اثر دلوں پر باقی ہے۔ اس لیے ہمیں فوری طور پر مذکورہ بالا ہدایات کی روشنی میں اپنا آئندہ سال کا لائحہ عمل طے کر لینا چاہیے۔ ارادے کی مضبوطی اور اللہ کی مدد ہمارا کام آسان کر دے گی۔

جولائی کا مہینہ توحیدیوں کے لیے دو حوالوں سے اہم ہے کہ جس میں 29 جولائی بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم پیدائش ہے اور 7 جولائی بابا جان محمد صدیق ڈار رحمۃ اللہ علیہ کا یوم وصال ہے۔ سلسلے کی تعلیمات میں برسی کے نام پر دن مخصوص کر کے اکٹھ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ مگر اپنے محسنین کے احسانات کا تذکرہ، انکے لیے ایصال ثواب اور پیروی کی یاد دہانی ہماری روایات رہی ہیں۔ بابا جان ڈار صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرکز پر ہونے والے ماہانہ پروگرام میں کسی بھی دن کو مخصوص کیے بغیر یہ سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ سلسلہ توحیدیہ

سے منسلک ہر فرد اپنے روزانہ کے معمولات میں ان بزرگان کے لیے ایصال ثواب ضرور کرتا ہے جوان بزرگوں سے نسبت قوی کرنے کا ذریعہ اور فیض رسانی کے لیے اشد ضروری ہے۔ مگر اس موقع پر خادمان اور مجازین کرام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مہینہ میں کسی ہفتہ وار ذکر کے موقع پر خصوصی طور پر بانی سلسلہؒ اور قبلہ ڈارؒ کے لیے ایصال ثواب کا بندوبست کریں اور بھائیوں کے سامنے انکی سیرت اور تعلیمات کے مختلف گوشے عیاں کریں اور ان پر عمل کی دعوت دیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ یہ عمل بھائیوں کی اصلاح اور روحانی لطافت کا سبب ہوگا۔ نیز سلسلے سے محبت، اپنی اور معاشرے کی اصلاح کا محرک بنے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بیعت کے تقاضے سمجھنے اور سلسلے کی تعلیمات پر اخلاص اور جوان جذبوں کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مدیر مجلّہ فلاح آدمیت

عید مبارک

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ محمد یعقوب صاحب اور ادارہ فلاح آدمیت کی طرف سے تمام قارئین کرام کو عید الفطر کی مبارک ہو۔

(ادارہ)

درس حدیث: ایمان کا مزہ کیسا ہوتا ہے اور کسے نصیب ہوتا ہے؟

(مولانا فضل الرحیم)

﴿ عَنْ انس رضی اللّٰہ عنہ، عَنْ النبی ﷺ قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَا ھُمَا وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا اللّٰہِ وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِیْ الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِیْ الْنَّارِ﴾

(رواہ البخاری، باب حلاوت الایمان)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں: فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں ہونگی وہ ایمان کا مزہ (حلاوت) پائے گا، ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اس کو سب سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ صرف اللہ کے لئے کسی سے دوستی رکھے، تیسرے یہ کہ دوبارہ کافر بننا اسے اتنا ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا''۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی مٹھاس کسے نصیب ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سرور کائنات ﷺ کی محبت سے انسان حلاوت ایمان کی منزل کو پہنچتا ہے۔ ایمان کو کسی میٹھی چیز سے تشبیہ دے کر یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ جو دل غفلت، نفسانی خواہشات اور اس قسم کے دوسرے امراض سے محفوظ اور تندرست ہیں حقیقت میں وہ ثمرات محبت اور روحانی لذتوں سے لطف اندوز ہوسکیں گے، جیسے ایک تندرست اور صحیح معدہ رکھنے والا انسان ہی اچھی غذاؤں کے اصل ذائقہ کی لذت پا سکتا ہے اور غیر صحت مند اور صفراء کے مریض اچھی غذاؤں کے لطف سے محروم ہوتے ہیں، مرغوب چیزوں کو معدہ جیسے اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اسی طرح ایمان بھی قلب سلیم کے نزدیک بہت شیریں اور مرغوب ہے۔

ارشادِنبوی ہوا کہ جس میں تین باتیں ہونگی وہ ایمان کا مزہ، حلاوت پائے گا، حلاوت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں عموماً شارح محدثین لکھتے ہیں کہ حلاوتِ معنوی مراد ہے کیونکہ ایمان کوئی حسی (محسوس کی جانے والی) چیز نہیں کہ اس کی حلاوت حسی مراد ہو، اب معنوی حلاوت کیا ہے، اس بارے میں علامہ نوویؒ نے اس کو **استلذاذ بالطاعات** (اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پیروی کر کے لذت پانے) سے تعبیر کیا ہے یعنی انشراحِ صدر ہو جائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں کوئی تنگی اور دل پر بوجھ نہ ہو بلکہ خوشی اور اطمینان ہو۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''پس تیرے ربّ کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہونگے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں پھر آپ ﷺ کے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کرلیں۔'' (سورۃ النساء آیت: ۶۵)

چنانچہ حلاوت سے مراد یہ ہوا کہ اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول میں قلب کو شیرینی جیسی حلاوت محسوس ہو۔ دوسری چیز یہ ہے کہ امورِ شرعیہ امورِ طبعیہ کی مانند بن جائیں یعنی امورِ شرعیہ کو چھوڑنے میں ویسی ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسی کہ بھوک پیاس اور دھوپ سے طبعاً تکلیف ہوتی ہے اور امورِ شرعیہ کی طرف ویسی رغبت ہوتی ہے جیسی کہ انسان کو بھوک کے وقت میں روٹی کی طرف اور پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی کی طرف طبعاً میلان ہوتا ہے۔''

اگر چہ ایمان باطنی چیز ہے لیکن اس کا اثر ظاہری جسم تک پہنچ جاتا ہے۔ حلاوت ایمان ایک ایسی بات ہے اس کا ادراک وہی کر سکتے ہیں جو خود بھی اس مقام تک پہنچتے ہوں۔

حلاوت ایمان کیلئے تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ان میں سب سے بنیادی چیز اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ محبت کے لائق ہیں کیونکہ محبت اور پھر تمام نیک لوگوں سے اللہ کی خاطر محبت رکھنا۔

پلٹو اللہ کی طرف

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

اُمت مسلمہ کو حزب اللہ کے سالارِ اعظم حضور سرکار مدینہ ﷺ کے پیچھے پھر سے صف بندی کر کے عہدِ وفا باندھنا ہوگا تا کہ اللہ ہمارا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف پلٹنے کے لئے سب سے پہلا قدم ہمارا یہ ہونا چاہئے کہ مذہبی فرقہ بندیوں اور سیاسی گروہ بندیوں سے توبہ کر کے مسلم اور صرف مسلم بن جائیں۔ ایک ہی گروہ اور ایک ہی جماعت بن جائیں تا کہ اللہ کی ہر مسجد ہم سب کی مسجد بن جائے اور ہم ہر جگہ با جماعت نماز پڑھ سکیں۔ ہماری سیاست اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت و اتباع اور زمین پر اللہ کی حکمرانی قائم کرنا ہے۔ اس سیاست کے مقابل جس حزب اختلاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ حزب الشیطان کی صورت میں پہلے ہی سے موجود ہے۔ اس لئے امت کو تقسیم کرنے اور باہمی لڑنے والی پارٹیاں بنانے والی سیاست ایک لعنت اور عذاب کی صورت ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر ملی اتحاد کا خواب کبھی پورا نہ ہوگا حکیم الامت اقبالؒ کی دانائی و حکمت پر ہی اعتماد کر لیں اور اس سیاست کو خیر باد کہہ دیں:

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اِک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

دوسرا قدم مسلم امت کے لئے سو فیصد تعلیم اور جدید ٹیکنالوجی کا حصول ہے تا کہ ہم اسلحہ اور قوت کے دیگر اسباب تیار رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کے مرتکب نہ ہوں۔ اللہ کا فرمان ہے:

"جہاں تک ہو سکے تم قوت کا سامان اور گھوڑوں (یعنی ذرائع نقل و حمل) کی تیاری سے

مستعد رہو کہ اس سے اللہ اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی ۔اس کے لئے تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا۔"(الانفال ۔60)

اگر چہ ہم اس میدان میں یورپی اقوام اور امریکہ سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں اور انکی برابر کی سطح پر پہنچنے میں کافی وقت درکار ہوگا لیکن دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اہم ترین عنصر اللہ تعالیٰ کی مدد ہے جس کے حصول کے لئے کوئی مدت درکار نہیں ہے ۔ہمیں صرف یہ کرنا ہوگا کہ ہم **من حیث الامت** اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کر کے حضور نبی رؤف ورحیم ﷺ کے دامن رحمت میں پناہ لے لیں ۔جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے سپہ سالار عمر بن عاصؓ کو لکھا تھا کہ:۔

"ہمیں اللہ تعالیٰ اس لئے فتح دیتا ہے کہ ہمارا دشمن اللہ کا نافرمان ہے ۔اگر ہم بھی نافرمان ہو جائیں تو اللہ کی نصرت سے ہم محروم ہو جائیں گے ۔پھر جنگ اسلحہ اور نفری کی ہوگی ۔جس کا اسلحہ بہتر اور نفری زیادہ ہوگی وہ جیت جائے گا ۔ہم ہمیشہ تھوڑے اسلحہ اور نفری کے ساتھ اللہ کی نصرت کی وجہ سے کامیاب ہوتے ہیں اسلئے تم اپنی فوج کا جائزہ لو کہ کہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی تو نہیں ہو رہی جس کی وجہ سے فتوحات رک گئی ہیں ۔"اس لئے حتی الامکان سامان حرب اکٹھا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی نہایت ضروری ہے کہ ملت کے ہر فرد کے اخلاق وکردار کا معیار اللہ تعالیٰ کی فوج کے سپاہی کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو چھوٹے چھوٹے گروہ بڑی فوجوں پر غالب آتے رہے ہیں اور آسکتے ہیں ۔حزب اللہ اور حزب الشیطان کے بارے میں اقبال کی پیشگوئی دیکھیں:۔

اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
اِبلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
تقدیر اُمم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

ابلیس کے گروہ کا کام ہوس مال و جاہ کے لئے خوں ریزی کرنا اور کمزور قوموں کو غلام بنا کر ان کا استحصال کرنا اور زمین میں فساد پھیلانا ہوتا ہے۔ حزبِ اللہ کا کام انسانوں کو انسانوں کے ظلم و استبداد سے نجات دلا کر زمین پر عدل کی فضا قائم کرنا ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''جو مومن ہیں وہ اللہ کے لئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے دوستوں سے لڑو اور (ڈرو مت) کہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔'' (نساء۔76)

حقیقت ازلی ہے رقابتِ اقوام
نگاہ پیر فلک میں نہ میں عزیز نہ تُو
خودی میں ڈوب زمانے سے ناامید نہ ہو
کہ اِس کا زخم ہے درپردہ اہتمام رفو
رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اتر گیا جو تیرے دل میں **لَاشَرِیکَ لَہٗ**

(ضربِ کلیم)

اِن اشعار میں علامہ نے یہ حقیقت بتائی ہے کہ اللہ کی بادشاہی میں قوموں کے عروج و زوال کے فیصلے جانبداری کی بنا پر نہیں بلکہ خالصتاً ان کے اخلاق و کردار اور خلق خدا کی خدمت کے معیار کو سامنے رکھ کر کئے جاتے ہیں۔ کفار اور اہل کتاب کی یلغار اور عداوت کی وجہ سے امت مسلمہ کو جو دکھ پہنچایا جا رہا ہے وہ اس لئے ہے تا کہ امت خواب گراں سے بیدار ہو کر اپنی اصلاح کر لے۔ آخری مصرع میں ''**لَا شَرِیکَ لَہٗ**'' کو دل میں اتار لینے کو کامرانی کا نسخہ قرار دیا ہے تو اس کے لئے بھی ہمیں اللہ کے دیئے ہوئے نصاب کی طرف ہی لوٹنا ہو گا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے دل کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے بار بار تصدیق فرمائی کہ **مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ**۔ اس پر عمل ہی سے ایمان دلوں کے اندر داخل ہو گا اور ہم حقیقی مومن بن سکتے ہیں (حجرات۔14) ایک حدیث مبارکہ بھی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ (صحیح مسلم ومسند احمد)

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی شدید محبت اور اسکی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے کی کیفیت کیونکر پیدا کی جاسکتی ہے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

موجودہ اداروں سے تعلیم حاصل کرنے والے بچے تو باپ کے فرمان پر بال کٹوانے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے اور ایک وہ بچہ جس کا دل فیضان نظر سے منور تھا اپنے باپ کے اشارے پر اللہ کی راہ میں سر کٹوانے کے لئے تیار ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں اس عظیم باپ پر اور حلیم بیٹے پر اور انکے بیٹے حضرت **مُحمّد رَّسولُ اللّٰہ** پر جنہوں نے اپنے دور میں فیضان نبوت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جانیں نثار کرنے والی ایک اُمت تیار کی جنہیں زندگی ہی میں رضوان کی بشارت اور خیر الامت ہونے کی سعادت عطا کی گئی۔ حضور ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثل کسی نبی کے اصحاب نہ تھے۔ انہوں نے روایتی مدرسوں سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی بلکہ صحبت رسول اللہ ﷺ ہی ان کی واحد وجہ فضیلت تھی۔ فیضان نظر کیمیا اثر نے کمال کر دکھایا کہ:

خود جو تھے نہ راہ پر اوروں کے رہبر ہوگئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

اب بھی یہ نعمت بے بہا مادی سائنس کے غلاموں اور بادشاہوں کے خزانوں سے نہیں بلکہ حضورؐ کے غلاموں کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے ہی ملتی ہے۔ اللہ والے سچے صوفیوں کا یہی کام ہوتا ہے کہ اپنی توجہ اور فیض صحبت کے اثر سے تزکیہ اخلاق اور تصفیہ قلوب کر کے اِن میں

اللہ تعالٰی کی محبت کی شمع روشن کر دیتے ہیں ۔یہی حقیقی فقیری ہے اور اسی کا نام اسلامی تصوف ہے جس کا منبعِ انور ہمارے سرکار، ابدِ قرار احمد مجتبیٰ علیہ السلام کی ذات مبارک ہے۔انسانی فکر اللہ کے ذکر کے بغیر اپنی حقیقی منزل اور کمال تک نہیں پہنچ سکتی اس لئے سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت پیدا کرنے سے بھی پہلے یہ ضروری ہے کہ تزکیہ اخلاق اور اصلاح قلوب کیلئے صحبت صالحین و صادقین سے مستفیض ہونے کا اہتمام بھی کیا جائے تا کہ ملت کا ہر ہر فرد مومن، متقی اور اللہ کی رضا کا طالب بن جائے۔

دورِ جدید کا قلندر اور مردِ مومن اقبالؒ اور ان کے مُرشد مولانا رومؒ ہمیں تاکید کر رہے ہیں کہ حقیقت دین تک رسائی مردانِ خدا کے سامنے جبہ سائی کے بغیر ممکن نہیں ۔

علم کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
صحبت اہل صفا نور و حضور و سُرور
سر خوش و پُر سوز ہے لالہ لبِ آبجو
صحبت از علم کتابی بہتر است
صحبت مردانِ حُر آدم گر است
صد کتاب و صد ورق در نار کن
رُوئے دل را جانبِ دلدار کن
دیں مجو اندر کُتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب دیں از نظر
صحبتِ شاں خاک را اکسیر کرد
لطفِ شاں بر ہر دِلے تاثیر کرد

افراد کی اِن خطوط پر تربیت کرنے ہی سے اُمت اِس معیار پر آ سکتی ہے جہاں اللہ تعالٰی کی تائید و نصرت اِس کے شامل حال ہو جائے۔اللہ تعالٰی نے نصرت کے جو وعدے کر رکھے ہیں

انہیں ہمارے ایمان اوراخلاق وکردار کے ساتھ مشروط کر رکھا ہے۔

''جولوگ نافرمانی کرتے تھے ہم نے اِن سے بدلا لے کر چھوڑا۔اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی''۔ (الروم ۔47)

''اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کریگا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا''۔ (محمد ۔7)

''اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے۔اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیے''۔(آل عمران ۔160)

''اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ زور آور اور زبردست ہے''۔ (مجادلہ ۔21)

ہمارے آباؤ اجداد تو سراپا کردار تھے لیکن ہم صرف گفتار کے غازی بن کر رہ گئے ۔کلمہ طیبہ تو پڑھ لیا لیکن دل پاک نہ ہو سکے۔ہم نے اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی طلب سے منہ موڑ کر دنیا اور اس کی عارضی نعمتوں کو مقصودِ حیات بنا لیا تو پھر ہمیں موت سے ڈر آنے لگا حالانکہ اسلام اپنے ماننے والوں کے دلوں سے موت کا خوف دور کر کے آخرت کی زندگی کا پیار پیدا کرتا ہے اور سورۃ جمعہ میں موت کی تمنا کرنے کو صداقت کا نشان بتایا ہے ۔اقبال تو اِس سے بھی آگے کی بات کرتا ہے۔

مسلمانے کہ مرگ از وے بلرزد
جہاں گردیدم و اُورا ندیدم

ایسا مسلمان جس سے موت بھی لرزتی ہو۔میں نے دنیا دیکھی لیکن وہ نظر نہ آیا۔

اگر ہمیں اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے حاصل کرنا ہے تو اپنے آپ کو بدلنا ہو گا۔اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل میں بسا کر حبیبِ خدا ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ملت ابراہیم پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو اولادِ ابراہیم علیہ السلام ثابت کرنا ہو گا۔تا کہ نمرودِ وقت نے ہمیں مرعوب کرنے کیلئے جو آگ جلا رکھی ہے اِسکا مقابلہ ایمان محکم کی قوت سے کر سکیں۔

ہو اگر آج بھی ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اگر اُمت مسلمہ اپنے عقائد و اعمال کو قرآن کریم کے مطابق کر لے اور اللہ کے دیئے ہوئے آئین کو اِسکے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق زندگی کے ہر شعبہ میں نافذ کر دے تو اللہ تعالیٰ اِس سے راضی ہو جائیں گے۔ پھر کامیابی اِس کے قدم چومے گی۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ مستقبل اُمت مسلمہ ہی کا ہے لیکن اِس کیلئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ضروری ہے۔

کیونکہ اِنسانوں کی فلاحِ دارین کا ضامن آئین اِسی کے پاس ہے۔ اولادِ آدم کے رنج و غم اور درد و کرب کے علاج کیلئے نسخہ کیمیا اِسی کی بغل میں ہے۔ حزب الشیطان کیلئے فتنہ فرد ابنا اور طاغوت کے مکر و فریب کو توڑنا اِس کا مقدر بنا دیا گیا ہے۔ دنیا کی امامت کا تاج اِسی کے سر کیلئے مخصوص ہو چکا ہے۔ فرشتوں کی فوجیں اِسکی مدد کیلئے ایستادہ ہیں۔ اب کوتاہی اور سُستی ہماری طرف سے ہو رہی ہے کہ حزب اللہ اپنی صفیں درست نہیں کر پا رہی۔ اگر آج ہم متحد ہو کر اللہ کی مدد کے سہارے باطل کے مقابل کھڑے ہو کر فضاءِ بدر پیدا کر لیں تو اللہ اور اِس کے فرشتے ہمارے مددگار ہو جائیں۔ پھر حسبِ فرمان ہم پر کوئی غالب نہ آ سکے گا۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ اللہ کے سوا بھی کوئی سپر پاور ہے۔ اللہ تعالیٰ خوشحالی اور غلبہ عطا کر کے قوموں کو پرکھتا ہے کہ کونسی جماعت انسانوں کی خدمت کرتی ہے اور کونسی فتنہ و فساد برپا کرتی ہے۔ گزشتہ اُمتوں میں سے بھی ایک قوم اللہ کو بھول گئی اور طاقت کے گھمنڈ میں یہ نعرہ بلند کیا کہ کون ہے جو ہم سے زیادہ طاقتور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ایمانی قوت کو سہارا دینے والا جو جواب اِس قوم کو دیا وہ ملاحظہ ہو۔

''جو عاد تھے وہ ناحق زمین میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور وہ ہماری نشانیوں سے انکار کرتے تھے۔ تو ہم نے بھی ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی ہوا چلائی تا کہ اُن کو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور ان کو کوئی مدد نہیں ملے گی۔'' (حم سجدہ۔15)

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: عاشق حسنین مرتضٰی شاہ صاحبؒ

مورخہ: 10.05.1999

آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کے خدشات درست ہیں۔ میں قادیانی لٹریچر اور اُن کے طریق واردات سے بخوبی آگاہ ہوں۔ باطنی اور قرامطی اور دیگر مدعیان نبوت اور مہدیت بھی ایسا ہی طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ بہر حال یہ کتاب ایک تحقیقی کام تھا جس کی علمائے اسلام نے توصیف فرمائی اور جہلم کے ایک صوفی بزرگ کے توسل سے ہمیں ملی۔

یہ بات تو طے ہے کہ حضور ختم الرسل ﷺ کا ذکر گزشتہ تمام کتابوں میں موجود تھا۔ ان کتابوں سے جب اس قسم کے اقتباسات سامنے آتے ہیں تو اہل ایمان کے یقین میں اور زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ اسی نکتہ نظر سے یہ مضمون چھپ رہا تھا۔ اب ختم ہونے والا ہے۔ اب انشاء اللہ آپ کی کاپیاں براہِ راست بذریعہ ڈاک آیا کریں گی کیونکہ الحمد للہ اب مجلّہ کی رجسٹریشن محکمہ ڈاک کے پاس بھی ریکارڈ کرادی گئی ہے۔ اب مجلّہ کی ترسیل بذریعہ ڈاک کی جائے گی۔ آپ بھی مجلّہ کی بہتری کیلئے تھوڑا وقت نکال کر سلسلہ کی تعلیم اور بانئ سلسلہؒ کی مجالس کے بارے میں کچھ تحریر کرتے رہا کریں، یہ ضروری ہے۔ باقی اِدھر قریبی حلقوں کے برادران بخیریت ہیں، ۲ مئی کو (پہلی اتوار) مرکز تعمیر ملت پر مجلس ہوئی تھی۔

عزیزم عبد اللہ شاہ پرسوں آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ شجاع آباد میں اشفاق شاہ، پلو شاہ، حافظ عطاء اللہ خاں اور محمد ظفر نور (نعت خواں) اکٹھے ہوگئے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوشش کر کے وہاں حلقہ ذکر قائم کردیں۔ اللہ کی مدد سے مزید رونق ہوجائے گی کسی مناسب بھائی کو خادم حلقہ مقرر کردیں اور اس نئے حلقہ کو کچھ دیر اپنی نگرانی میں رکھیں تا کہ بانئ سلسلہؒ کی اصل تعلیم انہی کے طریقہ پر آگے بڑھے۔ حلقہ ذکر کے بعد ایک آدھ نشست

عقیدت ومحبت کے فروغ کیلئے ہوجانا باعثِ برکت ہے لیکن حلقۂ ذکر کو محفل میلاد بنا دینا مناسب نہیں۔ آپ تو ماشاء اللہ قبلہ حضورؒ کے اندازِ فکر اور طریقہ کار سے بخوبی آگاہ ہیں اور ہر بات سمجھتے ہیں۔ یہ کام کرنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تائید ونصرت سے نوازے۔ آمین۔

پریم پتر بنام: سید رحمت اللہ شاہ صاحب

مورخہ: 31.07.1997

آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی، آپ کے خالو جان اللہ کے فضل سے ایک جہاندیدہ، اہل نظر انسان ہیں اور ان کی راہنمائی آپ کیلئے باعثِ رحمت ہے۔ آپ نے ان کی بصیرت کے تحت جو بھی فیصلہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اسے باعثِ خیر وبرکت بنائے، اس راستے کی ہر رکاوٹ دور فرما کر آپ کے سینہ کو مطلوبہ علوم کیلئے کھول دے۔ آمین۔ بندۂ مومن اپنے پروردگار سے ہمیشہ نیک گمان رکھتا ہے اور کبھی بھی اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ مایوسی کو اسی لئے کفر کہا گیا ہے کیونکہ مایوس ہو جانا اس بات کی عملی شہادت بن جاتا ہے کہ بندہ نعوذ باللہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ مطلوبہ کام اللہ تعالیٰ بھی نہیں کرسکتا۔

نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم وعرفاں ہے
اُمیدِ مردِ مومن ہے خدا کے رازدانوں میں

اللہ سے محبت کی شمع ہر وقت سینے میں روشن رہنی چاہیے اور کثرتِ ذکر اور کلمہ کی تکرار سے اس چراغ کو محبت کے شجرہ طیبہ کے پھل کا تیل ملتے رہنا چاہیے۔ اپنے دل میں یہ یقین رہنا چاہیے کہ میرا ربّ مجھ پر اس قدر مہربان ہے اور اتنی محبت کرتا ہے کہ میرا کوئی کام خراب ہو نہیں سکتا۔ وہ جو بھی کرے گا اس میں یقیناً میری بہتری ہوگی۔

میری دُعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔کامیابی کا یہ اصول ہے کہ ایک ہدف مقرر کرلیں اور پھر اپنی ساری توانائی اس کے حصول کیلئے لگادیں۔اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتے۔ بقول حضرت قبلہ بانئ سلسلہؒ:

آتی ہے مجھے غیب سے آواز مسلسل
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

اللہ تعالیٰ آپ کو بلند ہمت،بلند پرواز بنائے اور اپنے فضل و کرم سے دنیا اور آخرت میں کامران و سرخرو فرمائے۔آمین۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحبؒ کا پریم پتر

بنام عبدالمجید انجم صاحب

مورخہ: 14-05-2000

السلام علیکم و رحمۃ اللہ!

آپ کا محبت نامہ موصول ہوا۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی محبت کی راہ پر استقامت عطا فرمائے اور اپنے ذکر سے اطمینان قلب نصیب فرمائے اور دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔آمین! بیعت ہونے کے بعد انسان کی نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔امید ہے کہ سلسلہ توحیدیہ کی کتابوں کا سیٹ آپ کے پاس موجود ہوگا۔ان کتابوں کو بار بار پڑھتے رہیں تاکہ تعلیم یاد رہے اور اپنا مشن ذہن میں رہے۔عمل ہی سے ہر کامیابی حاصل ہوتی ہے۔اللہ کی راہ میں تو اور بھی زیادہ استقامت درکار ہوتی ہے۔روزانہ لا الہ الا اللہ کا ذکر رات کی نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بعد ضرور ہونا چاہیے۔کبھی ناغہ نہ کرو۔اگر کبھی فرصت نہ ہو تو صرف پانچ منٹ کیلئے

نفی اثبات کرلو تا کہ حاضری لگ جائے۔ کام کاج کے دوران اللہ کی طرف دھیان کر کے جو سانس اندر جائے اس کے ساتھ بھی اللہ اور جو باہر آئے اس کے ساتھ بھی اللہ کہا جائے۔ اللہ ھو کا ذکر نہیں کرنا ہے۔ اپنے اپنے سلسلہ کا جو ذکر بتایا جاتا ہے اسی طرح کرنا ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ ھو بتایا گیا ہے وہ اسی طرح کریں لیکن ہمیں اللہ اللہ کرنا ہے اور ہر سانس کے ساتھ کرنا ہے۔ یہ خوب پیار سے کریں اور دل لگا کر کریں کیونکہ اصل ذکر یہی ہے۔

سلسلہ کی تعلیم کے مطابق ہر بھائی اپنی ماہوار آمدنی کا اڑھائی فیصد اللہ کی راہ میں جمع کراتا ہے۔ آپ چونکہ وہاں اکیلے ہیں اس لئے اگر ہر ماہ ممکن نہ ہو تو دوسرے تیسرے مہینے اپنے حصے کی رقم مجھے منی آرڈر کر دیا کریں۔ اسی طرح ماہوار رسالہ کی رکنیت تمام بھائیوں کیلئے لازمی ہے۔ میں ایڈیٹر صاحب کو آپ کا پتہ لکھوا رہا ہوں تا کہ آپ کو مجلہ ملنا شروع ہو جائے۔ خود بھی پڑھیں دوسروں کو بھی پڑھائیں۔ سلسلہ کی تعلیم پر ذوق سے عمل کریں گے تو دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اپنی کتابیں اپنے دوست احباب کو بھی پڑھائیں تا کہ وہ بھی آپ کی طرح اللہ والے بن جائیں۔ یہ بہت بڑی خدمت ہے کہ اللہ کی مخلوق کو اللہ کی راہ پر لگایا جائے۔

آپ کے لئے دعا ضرور کریں گے۔ اللہ دلی مرادیں بر لانے والا ہے۔ خط لکھتے رہیں تا کہ رابطہ رہے اور اصلاح ہوتی رہے۔ آپ کے دوستوں کو بھی سلام قبول ہو۔ اپنا ایڈریس ذرا صاف صاف لکھیں اور خط میں جوابی لفافہ جس پر آپ کا پتہ بھی لکھا ہو ساتھ بھیجا کریں۔ اس طرح وقت کی بچت رہتی ہے۔

نقوشِ مہر ووفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

باباجانؒ سے پوچھا گیا کہ یہ جو سود ہے اس کی کیا Exact defination ہے؟ یا Boundaries ہیں؟ Banking کو بھی کہتے ہیں کہ یہ سود ہے، حرام ہے۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

باباجانؒ فرمانے لگے: باباجیؒ نے تو اس سے زیادہ اختلاف نہیں کیا۔ اس زمانے میں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا دور تھا تو وہاں اُس وقت یہ ادارے تو نہیں تھے، جیسے یہ بن گئے ہیں۔ جیسے بعض پٹھان سود پر پیسے دیتے ہیں، ختم نہیں ہونے دیتے، تو یہ اس وقت چلتا تھا۔ لکھا بھی ہے قرآن میں کہ دوگنا، تین گنا، اور چار گنا کر کے نہ کھاؤ۔ وہ لوگ بہت زیادہ ریٹ بھی لیتے تھے۔ گھر کی ضروریات کیلئے کسی نے پیسہ مانگا تو اُس دور میں لوگ یوں دیتے تھے۔ یہ تھا اس (رسول اللہ ﷺ کے) زمانے میں۔ وہ سود پیسے لینے والے کی جان بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ ہندو بھی ایسے ہی پیسے دیتے تھے۔ ہندو دُکاندار زمیندار سے، عموماً شادی ہے بیٹے کی تو کہتے، لے چودھری۔ کر بیاہ کہ پتا چل جائے کہ بیاہ کیا ہے، یہ تیری دُکان ہے۔ وہ (زمیندار) پیسے بھی دیتے تو دُکاندار کہتے کہ نہیں رہنے دو، بچوں کو ضرورت ہوگی۔ وہ (زمیندار) پیسے رہنے دیتے تو اگلے سال اتنے ہی اور پیسے بن جاتے۔ سود کے کاروبار اس طرح وہ کرتے رہتے تھے۔ جان نہیں چھوٹتی تھی۔ (رسول اللہ ﷺ کے دور میں) یہ ادارے ایسے نہیں تھے۔ بنک۔

بنکوں میں تو غریب آدمی کا داخلہ ہی نہیں ہے، نہ تو ان کو کوئی دیتا ہے۔ کون دیتا ہے؟

ان (غریبوں کو) تو کوئی بھی نہیں دیتا۔ وہ (بنک تو) کروڑوں کا سرمایہ ہے، کوئی مل لگی ہے تو ان کو دیتے ہیں۔ (حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اپنی Property pludge کرو تو لو۔) باباجانؒ نے فرمایا: ہاں ایسے دیتا ہے۔ غریب آدمی کو یہ پانچ، چھ، پرسینٹ ملتا ہے تو یہ مولوی کہتے ہیں کہ حرام ہے۔ اسے چھوڑو۔ رہنے دو۔ (بنک کہتے ہیں کہ) ہم آپ ہی کھالیں گے۔ یہ (بنک) چھ پرسینٹ دیتے ہیں تو یہ (مولوی حضرات) کہتے ہیں کہ رہنے دو۔

ضیاءالحق آیا تو اسلام کی بات چیت ہوئی تو مولانا مودودی صاحبؒ کے حوالے سے کہا گیا کہ 'مضاربہ' حلال ہے اور یہ 'سود' حرام ہے۔ 'مضاربہ' یہ ہے کہ میں پیسے لگاتا ہوں، آپ کہتے ہیں کہ میں چلاؤں گا دُکان۔ نفع آدھا آدھا کریں گے، یا چوتھا حصہ میرا اور باقی آپ کا۔ پیسہ ایک آدمی کا ہے اور محنت دوسرے آدمی کی ہے۔ اس میں وہ Profit میں حصہ لیتا ہے تو وہ ٹھیک ہے۔ اگر نقصان ہو جائے تو اس کی محنت گئی اور سرمایہ سرمایہ دار کا ہی جائے گا۔ اگر ایک لاکھ Investment تھی اور اس میں سے چار پانچ ہزار کا نقصان ہو گیا تو سرمایہ پچانوے ہزار رہ گیا۔ آپ کا پانچ ہزار روپیہ گیا، اس کی محنت گئی۔ اس بیچارے نے محنت کی، اس کو تو کچھ نہیں ملا۔ اس کی محنت تھی تو اس کی محنت گئی۔ آپ کا سرمایہ تھا تو آپ کا سرمایہ گیا۔ اگر اس صورت پر دے کہ یہ ایک لاکھ روپیہ ہے، اس میں نفع ہو یا نقصان ہو، میں نے منافع ہی لینا ہے، تو یہ 'سود' ہے۔

وہ جو Profit and loss sharing account نکلے تھے وہ اسی (مضاربہ کے اصول) سے نکلے تھے۔ مولاناؒ کے حوالے سے کہا گیا کہ یہ اس شرط پر ہو کہ میں نقصان میں بھی ذمہ دار ہوں گا تو پھر جائز ہے۔ پیسہ جو میں بنک میں دے رہا ہوں، اس میں اگر نقصان ہو گیا تو پھر بھی میں ذمہ دار ہوں۔ اس پیسہ میں جو Profit ہو تو وہ جائز ہے۔ (حاضرین میں سے ایک فرد نے کہا کہ باباجی، یہ جو Fix کرتے ہیں پانچ سال کیلئے کہ اس کے

بعد تمہیں ڈبل مل جائے گا، ایک سال میں تمہیں اتنے ملیں گے)۔بابا جان نے کہا کہ ہاں بحرحال وہی ہے ناں اسی طرح۔مطلب یہ تھا کہ اگر وہ اس نقصان میں بھی شامل ہو جائے تو پھر جائز ہے۔ ان بنکوں نے وہ Profit and loss sharing account کھولنا شروع کر دیے۔ آپ کا یہ مؤقف ہے کہ میں نے تو Profit and loss share کرنا ہے۔تمہارا پیسہ لے کر وہ (بنک)لکھ سنوارا ہو جائے ۔(آپ یہ نہیں لیتے) آپ کا تو گیا لیکھا(Profit)۔

یہ جو بنک ہیں، ان میں بھی Profit and loss sharing ہے۔اگر بنک دیوالیہ ہو جائے تو پھر؟ یہ تو نہیں ہے کہ دیوالیہ ہو گیا۔دیوالیہ کا جو Liquidation board ہے وہ طے کرے گا کہ کتنے Percent دیوالیہ ہوا ہے؟ ۹۰ پرسینٹ ہے یا ۸۰ پرسینٹ ہے۔ جتنے Percent بنک دیوالیہ ہوا ہے، اسی نسبت سے سب کو ان کا پیسہ ملے گا، باقی گیا۔پہلے بھی بنک میں Profit and loss sharing ہے۔بنک کا ہر کھاتے دار نقصان میں بھی پہلے سے حصہ دار ہے، یہ لکھا جائے یا نہ لکھا جائے۔ایسا تو نہیں ہے کہ جیسے دکانداری میں آلو وہ شہر سے لایا اور چھ مہینے بعد وہ یہاں سستے ہو گئے۔آلو کا روز کا روز بھاؤ ہوتا ہے۔دکاندار سبزی روز لے آتا ہے تو اسے کیوں نقصان ہو گا۔سبزی کی دکان پر، شلجم منڈی سے بے شک ۵۰ روپے کے کلو ملیں مگر وہ لا کر ۶۰ روپے کلو ہی بیچتا ہے۔پالک سستی ہو گئی، آج منڈی سے دس روپے کلو ملی تو یہ دکان پر پندرہ روپے کلو ہی بیچی گئی۔ان کو کیوں نقصان ہوتا ہے۔وہ پرانا زمانہ تھا کہ لمبے لمبے Route تھے، وقت لگتا تھا۔اب ٹریفک ہے تو مرغی کا ریٹ بھی ایسے چلتا ہے۔سارے بورڈوں پر لکھا ہوتا ہے کہ زندہ مرغی اتنے کی اور گوشت اتنے روپے کلو۔وہ (بنک)اس پر چلتا ہے۔وہ جو Profit کی بات تھی تو انہوں نے (مولانا مودودیؒ نے) کہا کہ اس طرح جائز ہے۔بنک میں اس طرح کر دیا گیا۔ Profit and loss لکھ دیا گیا۔

نقصان میں وہ (بنک) پہلے بھی حصے دار تھے۔ جب وہ دیوالیہ ہو جاتا ہے تو سب کا پیسہ ڈوب جاتا ہے۔ کہتے تھے کہ اس میں جان ہے یہ مضاربہ ہے۔ سود یہ ہے کہ منافع ہو نہ ہو سود میں نے لینا ہے۔ وہ ناجائز ہے۔ سود کی صحیح Defination یہ ہے کہ سرمایہ دار نقصان میں حصہ دار نہیں ہوتا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے پیسہ ہی چاہیے۔ مضاربہ میں تو پیسہ Invest کیا جاتا ہے۔ سرمایہ دار سرمایہ لگاتا ہے اور دوسرا محنت کرتا ہے۔ اس میں نقصان ہو گیا تو سرمایہ دار کا پیسہ جائے گا اور دوسرے کی محنت گئی، سود میں ایسا نہیں ہوتا۔

اسی طرح زمین جو دیتے ہیں ٹھیکے پر یہ ناجائز ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ یہ جو مستاجری دیتے ہیں؟ بابا جانؒ نے فرمایا کہ یہ پتا نہیں اسے کیا نام دیتے ہیں۔ یہ جو سال کیلئے دیتے ہیں کہ تمہارا پندرہ ہزار یا دس ہزار ٹھیکہ ہے سال کیلئے۔ یہ ہمیں دے دو اور تم کاشت کرو۔ پیداوار کچھ ہو یا نہ ہو، ہمیں پیسے دے دو۔ یہ ٹھیکہ جو ہے یہ اسلام میں ناجائز ہے۔ اسلام میں حصہ ہے، آپ حصہ پر دیں، جو ہو گا اس میں حصہ ہے۔ مالک جو ہے وہ بیج بھی دے گا، کھاد بھی دے گا، اس میں اس کا حصہ ہو گا جو پیدا ہوا اور بک جائے۔ جو اسے اگا رہا ہے اس میں اس کا حصہ ہے، وہ جائز ہے۔ یہ نہیں کہ زمین ٹھیکے پر دے دی اور پیسے لے لیے۔ دو دو، چار چار، اور پانچ پانچ سال پہلے پیسے لے لیتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ پیداوار آئے نہ آئے مگر اس (زمیندار) نے پیسے لے لیے ہیں، یہ بھی ناجائز ہے۔ یہاں تو سارے (زمیندار) ایسے ہی (زمین) دیتے ہیں۔

کھڑی فصل کا بیچنا جیسے باغ لگا ہوا ہے، آم لگے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ کئی کہتے ہیں کہ اسے بیچ دو۔ یہ (آم) پک جائیں، ان کو کاٹو اور پھر بیچو۔ فصل پک گئی ہے، رات اولے پڑ جاتے ہیں اور خریدنے والے کی فصل ختم ہو جاتی ہے تو وہ کدھر جائے۔ یہ ساری Situation جہاں جوا ہے، Chance ہے، یہ ناجائز ہیں۔ وہ Chance میں سے حصہ اسے ملنا چاہیے جس نے Chance لیا ہے۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اس طرح تو جو دکان لیتے ہیں کرائے پر تو یہ بھی ناجائز ہے۔ باباجانؒ نے فرمایا کہ دکان جو ہے وہ سودے میں سے تو نہیں ہے۔ دکان تو آپ خالی لیتے ہیں، وہ تو اس کے Use کا کرایہ ہے۔ وہ ہر مہینے یا ہر سال پیسے بڑھاتے بھی ہیں۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ باباجان اس طرح یہ جو زمینیں ٹھیکے پر لیتے ہیں، اس میں وہ گندم اگاتے ہیں، کپاس اگاتے ہیں، یا گنا لگاتے ہیں، اس سے بھی تو فرق پڑتا ہے۔ باباجانؒ نے فرمایا کہ وہ جو مرضی کرے، وہ (زمین دینے والا) یہ تو پابندی نہیں لگاتا کہ آپ نے یہ Cotton لگائی، مگر یہ کہ اس (اگانے والے) کو کچھ بھی حاصل نہ ہو۔ سب کچھ بویا تھا، Flood آیا اور سب کچھ گیا۔ مالک کو جیب سے دینا پڑ گیا۔ باقی اس (کاشت کرنے والے) کو یہ پابندی نہیں ہے کہ اس نے یہ چیز بونی ہے۔ جو مرضی بوئے لیکن ایسی Situation ہے تو وہ دے گا۔

فصلوں کا پہلے بیچنا، باغ جو پہلے بیچ دیتے ہیں، فصل پہلے کھڑی ہے سودا کر دیا، یہ جو Risk ہے، اسلام اسے روکتا ہے تاکہ ایسے ہی نقصان کے جو Chance ہیں وہ نہ ہوں۔ ایک آدمی جس نے پیسے دیے ہیں کہ وہ اس سے کچھ کمائے، اور ایسا (نقصان) ہو گیا کہ اس کے پاس کچھ نہیں بچا تو (اسلام میں) وہ نہیں ہے۔ اس طرح یہ بھی سود جو ہے وہ Message ہے، اچھا ہے اگر Economy سود فری ہو۔ Interest free میں فائدہ تو ہے لیکن اس میں وہ فائدہ جو قرآن میں لکھا ہے کہ دو دو گنا، تین تین گنا کر کے مت کھاؤ، وہ اس میں نہیں ہے۔ یہاں پر دس Percent اور پندرہ Percent اتنا ہی ہے، بنک جو آگے (کھاتہ داروں کو) دیتے ہیں۔ فون کال آئی اور بات کا اختتام ہو گیا۔

بیاد حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اپنے مریدین کو دل و جان سے عزیز رکھتے تھے۔ آپؒ نے اپنے سلسلہ میں اصلاح کا طریقہ کار جو سمجھایا اس میں زبان و بیاں کی نسبت قلبی معاملہ کا زیادہ دخل ہے۔ تاہم آپؒ کی حیات میں کچھ ایسے چیدہ چیدہ حالات و واقعات بھی ملتے ہیں جن سے اصلاح کا منفرد پہلو نظر آتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ استاد منظور کا ہے۔ استاد منظور پشاور کے حلقہ میں آپؒ کے ایک مرید اور ہمارے بزرگ بھائی ہو گزرے ہیں۔ ان کے پیار، محبت، اور روحانی توجہ کے واقعات بھی مشہور ہیں۔ مصوری اور خطاطی استاد منظور کا ذریعہ معاش تھا۔ ان کی توجہ خوب تھی۔ کئی مجذوب صفت لوگوں کا ان کے پاس توجہ کے لئے آنا جانا بھی معمول کی بات تھی۔ انہوں نے روایتی پیری مریدی شروع کر دی۔ خواتین کا روایتی پیروں کی طرف کچھ زیادہ رجحان ہوتا ہے اس لئے ان کے پاس خواتین کا آنا جانا بھی شروع ہو گیا۔ ان کی صورت حال کے پیش نظر حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے انہیں خط لکھا۔ یہ خط تو دستیاب نہیں مگر اس کا متن خاصا مشہور ہوا آپؒ نے انہیں لکھا کہ:

تم ایک مصور ہو۔ ایک حسین و جمیل دوشیزہ کی ایسی تصویر بناؤ جیسی تم بنا سکتے ہو۔ اس کے اردگرد دنیا بھر کے وحشی درندوں کی تصویریں ایسی بناؤ کہ یہ وحشی درندے اس دوشیزہ پر ہر طرف سے حملہ آور ہوں۔ پھر اس کے بعد ایک طرف ایک ضعیف انسان کی ایسی تصویر بناؤ کہ وہ

یہ سارا منظر بڑی درد بھری نظروں اور شکستہ دلی سے دیکھ رہا ہو۔

حلقہ توحیدیہ راولپنڈی سے ہمارے بھائی جناب عزیز عارف صاحب کی طرف سے بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطوط مرکز تعمیر ملت پر بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کو ملے۔ آپؒ نے انہیں پڑھنا شروع کیا۔ ان خطوط میں سے کسی میں عاملوں اور خبیث روحوں کا ذکر تھا۔ بابا جان قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے بانی سلسلہؒ کا مذکورہ واقعہ سنایا:

''باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) فرماتے تھے کہ میں بنوں میں تھا تو میرے گھر سے گانے اور گھنگرو کی آواز آتی تھی۔ یہ خبیث روح تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا تو مجھے نظر آ گئی۔ میں نے توجہ دی تو اسے آگ لگ گئی اور وہ گر گئی۔ اس نے خوب قہقہے لگائے اور خوب ہنسی۔ مجھے معلوم بعد میں ہوا کہ وہ مادی عالم میں پھنسی ہوئی تھی۔ توجہ ملنے سے وہ اس سے چھٹکارا پا گئی اور دوزخ میں چلی گئی۔''

بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے اس کی مزید وضاحت فرمائی:

علامہ اقبال بھی ایسے موضوع پر ہی کہتے ہیں کہ

ے کیا جہنم معصیت سوزی کی ایک ترکیب ہے؟

آگ کے شعلوں میں پنہاں مقصدِ تادیب ہے؟

جب روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے تو پھر مزید اعمال تو ہوتے نہیں، روح کے ساتھ موجود گناہوں اور برے اعمال کی وجہ سے کثافتیں دوزخ میں جا کر ختم ہوتی ہیں۔ جیسے لوہے کو زنگ، مٹی، اور تیل وغیرہ لگا ہوتا ہے تو صفائی کیلئے اسے گرم کر کے لال سرخ کر دیا جاتا ہے اور پھر ٹھوکر لگائی جاتی ہے تو ساری گندگیاں اس سے الگ ہو جاتی ہیں۔

خبیث روحیں جو ہیں وہ اسی مادی عالم میں ہی پھنسی ہوتی ہیں۔ اس مادی عالم سے انہیں اتنا بھی چھٹکارا نہیں ملتا کہ وہ دوزخ میں ہی چلی جائیں۔ جب ایسی روحیں کسی کی توجہ، دعا،

یا نیکی سے مادی عالم سے چھٹکارا پا کر دوزخ میں چلی جاتی ہیں تو وہ وہاں دوزخ میں جا کر خوش ہوتی ہیں۔ انہیں وہاں یہ خوشی ہوتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شاید کوئی بہتری ہوتی جائے اور ان کی سزا میں کمی ہو۔ ورنہ مادہ جب قیامت کے دن ٹوٹے گا اس دن وہ (خبیث روحیں) Release ہوں گی۔ جو پہلے ہی دوزخ میں چلی جاتی ہیں وہاں انہیں امید ہوتی ہے کہ وقت کے ساتھ شاید کوئی بہتری ہو۔

استخارہ سے متعلق بانئ سلسلہؒ کا خط پڑھ کر بابا جان جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ فرمانے لگے کہ استخارہ کا مطلب ہے 'خیر مانگنا'۔ یہ 'استفعالہ' کے وزن پر ہے۔ جس کا مطلب ہے 'خیر طلب کرنا'۔ راولپنڈی سے کسی کا فون آیا کہ آپؒ سے اپنے ایک کام کے لئے استخارہ کرانا ہے۔ میں نے بتایا کہ میں استخارہ کا کام نہیں کرتا۔ ہمیں باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) نے اس کی کوئی تعلیم نہیں دی ہے۔ استخارہ کا مفہوم واضح کرتے ہوئے بابا جان جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے مزید فرمایا کہ استخارہ سے عام طور پر مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ کوئی خواب میں آ کر راہنمائی کرے گا۔ جس کام کیلئے استخارہ کیا گیا ہے یا تو یہ کرنے کا حکم ہو گا یا اس سے باز رہنے کی ہدایت دی جائے گی۔ استخارہ کیلئے یہ لازم نہیں ہے۔ اگر طبیعت کا رجحان اس طرف راغب ہو جس کیلئے استخارہ کیا گیا ہے تو یہ بھی اس کام کے کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شادی آپؒ کے چچا کے ہاں ہوئی۔ آپؒ کی بیگم عمر میں آپؒ سے چار سال بڑی تھیں۔ جب شادی کا وقت آیا تو آپؒ کے چچا کے ہاں ناچ گانے اور موسیقی کا خوب انتظام تھا۔ آپؒ نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ یہ سب بند کرو، نہ ناچ گانے ہوں گے، نہ کوئی رسم ہو گی۔ آپؒ کی شادی میں کوئی رسم ادا نہ ہوئی۔ آپؒ نے مہندی بھی نہیں کی۔ کڑے پہننے سے بھی انکار کر دیا، اور مکمل سادگی سے شادی ہوئی۔ آپؒ کے چچا موسیقی کو پسند

کرتے تھے، انہوں نے اصرار کیا مگر آپؒ نے کہہ دیا کہ یہ شادی ہوگی یا گانا بجانا ہوگا۔ آپؒ کی بات کو تسلیم کرلیا گیا۔

آپؒ کی اہلیہ کو مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ 'نانی اماں' کے نام سے پکارتے تھے۔ لاہور قیام کے دوران ایک مرتبہ آپؒ اپنی اہلیہ کے ساتھ راولپنڈی میں کہیں پیدل چل رہے تھے کہ راستے میں ایک نالی آئی جس کے اوپر سے ذرا چھلانگ لگانی پڑتی تھی۔ آپؒ نے نانی اماں (اپنی اہلیہ) کو ہاتھ پکڑ کر یہ نالی کراس کرائی اور فرمانے لگے کہ واہ بھئی واہ۔ کمال کر دیا تم نے، تم تو ابھی جوان ہو۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی محفل میں ایک بھائی آئے۔ انہوں نے قلمیں بڑی بڑی رکھی ہوئی تھیں۔ باباجیؒ فرمانے لگے کہ یہ کیا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ قلمیں ہیں۔ فرمایا کہ تھوڑا سا بڑا ہی کرلواسے، سنت ہی پوری ہو جائے۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ "شاہ ولی اللہ بہت بڑے عالم ہیں۔ ہندوستان میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے مگر تصوف میں ان کا کوئی خاص مقام نہیں ہے۔"

آپؒ کو مٹھائیوں میں 'امرتی' اور 'گلاب جامن' بہت پسند تھے۔ 'امرتی' کا کہتے تھے کہ نام ہی بڑا اچھا ہے۔ 'امرت'۔ فرماتے کہ 'اس کے اندر ایک گٹھلی بھی ہوتی ہے کھوئے کی'۔

آپؒ کے گنبد والی کوٹھی میں قیام کے وقت حلقۂ توحیدیہ لاہور کا حلقۂ ذکر گلبرگ میں گنبد والی کوٹھی پر ہوتا تھا۔ محمد قاسم خانؒ خادم حلقہ تھے۔ ایک مرتبہ حلقۂ ذکر کے روز موسم بہت خراب تھا۔ بارش ہو رہی تھی، اس کے باوجود حلقۂ ذکر میں شامل افراد کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ بانیٔ سلسلہؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ 'آج جو لوگ یہاں موجود ہیں سب کے سب جنّتی ہیں'۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے دور میں کراچی میں حلقہ ذکر کئی جگہوں پر ہوتا تھا۔زیادہ تر مریدین سلسلہ کا تعلق پاک فضائیہ سے تھا۔پاک فضائیہ کے چند حلقہ جات کے علاوہ Civilians کا حلقہ الگ بھی تھا۔بانیٔ سلسلہؒ لاہور آباد ہو چکے تھے۔ان دنوں کراچی پوسٹنگ سے سب ڈرتے تھے۔وہاں کوئی بھی خوشی سے نہ جاتا تھا جس کی وجہ کراچی کی پوسٹنگ گھر سے دور دراز مسافت پر تھی، آبائی گھر، خوشی غمی، اور عمومی حالات میں آنا جانا آسان نہ تھا۔مجبوری میں تو سب کراچی چلے جاتے مگر خوشی سے کسی کو کراچی جاتے کم ہی دیکھا جاتا تھا۔بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کی کورنگی کریک پوسٹنگ ہوگئی۔آپؒ نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ کو بتایا تو بابا جی انصاری صاحبؒ فرمانے لگے کہ 'جدھر آئے چلے جاؤ آپ کبھی سوچیں بھی نہ کہ ہمارا کچھ برا ہو سکتا ہے۔جہاں جائیں گے، جو تبدیلی ہو گی، اچھا ہی ہو گا'۔

بابا جی انصاری صاحبؒ آستانہ عالیہ توحیدیہ پر شفٹ ہو چکے تھے۔آپؒ کے ساتھ آپؒ کے اہلِ خانہ میں سے کوئی بھی آستانہ عالیہ توحیدیہ پر نہ تھا۔آپؒ کی اہلیہ (نانی اماں) بھی لاہور میں اپنی بیٹی کے ہاں رہتی تھیں۔آپؒ کبھی کبھی فرماتے کہ 'میرا کون ہے، اکیلا ہی ہوں'۔خود کو تنہا محسوس کرتے۔کبھی کبھی کیفیت اس کے برعکس ہوتی تھی اور فرماتے کہ 'اگر میں کہوں تو یہاں گاڑیوں کی لائنیں لگ جائیں'۔

عید اور تجدید عہد

قبلہ محمد صدیق ڈار رحمۃ اللّٰہ علیہ

خوش بخت ہیں وہ انسان جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان کی دولت ملی اور مقصود حیات سے آگاہی نصیب ہوئی۔ ان کے دلوں میں اپنے معبود اور محبوب کی بندگی کا ذوق اور اس کی رضا کی طلب گھر کر گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی اطاعت کو فلاح دارین کا وسیلہ جان کر صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ اہل ایمان کے لیے ان کی منزل آسان فرمانے کے لیے اللہ رحیم وکریم نے اپنی رحمت سے چند عبادات فرض قرار دے رکھی ہیں اور اللہ کے بندے پورے اہتمام، ادب واحترام اور ذوق وشوق کے ساتھ انہیں ادا کرتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت کی قطعی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو اس کی خاص رحمت ہے کہ اپنے قرب ولقاء کے حصول کے طریقے انبیاء علیہ السلام کے توسل سے انسانوں کو بتا دئے ہیں۔ ان فرض عبادات میں سے ماہ رمضان کے روزوں کی بھی خاص اہمیت ہے۔ اہل ایمان اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی منزل کے مسافروں کے لیے بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ اس راہ کے سالکوں کے لیے قرآن مجید میں مکمل ہدایات موجود ہیں۔ لیکن انہیں متقین ہی سمجھ پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور آخرت کی نعمتیں بھی متقین کے لیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان اپنے قلوب کو تقویٰ کے نور سے مزین کرنے کی خاطر ہر سال ماہ رمضان المبارک کا استقبال ذوق وشوق سے کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تقویٰ ہی کو روزے کا مقصود قرار دیا ہے۔ اس خصوصی مہینہ کا چاند نظر آتے ہی اہل ایمان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا نیا ولولہ پیدا ہو جاتا ہے اور ان کی زندگی کے معمولات یکسر بدل جاتے ہیں۔ وہ اپنے نفسوں کو آلائشوں سے پاک کرنے

کے لئے خصوصی مجاہدہ کی بھٹی میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ منکرات سے بچنے کے ساتھ دلوں کو جلا بخشنے والے اعمال میں بھی حتی الامکان اضافہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ فرض نمازوں اور زکوٰۃ کے علاوہ نوافل، صدقات اور تلاوت قرآن کی کثرت اس ماہ کو دین کی بہار کا موسم بنا دیتی ہے۔

اس سالانہ تربیت کورس کے دوران اللہ تعالیٰ کی رضا کے متلاشی اپنے آقا و مالک کے حکم پر زندگی کی ناگزیر اور حلال ضروریات کو بھی ترک کر دیتے ہیں تا کہ تقویٰ کا جوہر اس مقام پر پہنچ جائے کہ ہر وہ چیز، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند اور اس کے قرب و رضا میں مانع ہے، سے بچنا سہل ہو جائے۔ اس روحانی تربیت کے نظام پر غور فرمایئے کہ پورا ایک ماہ مخصوص اوقات کے دوران حلال چیزوں سے رکے رہنے کی مشق کرائی جاتی ہے لیکن اس کی غرض و غایت منکرات و محرمات سے بچنا ہے۔ روزہ کے دوران روٹی پانی اور جنسی تسکین جو کہ حیات انسانی کی بقا کے لیے نہایت ضروری ہیں، سے منع کر دیا جاتا ہے لیکن ان پابندیوں سے مقصود جھوٹ، غیبت اور خیانت وغیرہ جیسی نقصان رساں عادات سے چھٹکارا دلانا ہے۔ یہ بات ذہن میں بٹھا لینی چاہیے کہ روزے کا حقیقی مقصد صرف بھوکا اور پیاسا رہنے سے پورا نہیں ہوتا جب تک زبان، آنکھ کان اور دوسرے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی معصیت سے روک لینے کا ملکہ پیدا نہ کیا جائے۔ تعلیم و تربیت کا مقصود بھی یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کی سوچ اور طرز عمل میں تبدیلی لائی جائے۔ بھوک اور پیاس تو حقیقی روزہ کی یاد دہانی کرائے رکھنے کا ایک پر حکمت ذریعہ ہے۔ اس لیے ہر مومن کو اس نیت اور مصمم ارادہ کے ساتھ روزہ رکھنا چاہیے کہ مجھے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بنانا ہے۔ گویا شکم کا روزہ ایک لحاظ سے روحانی محتسب کا کردار ادا کرتا ہے اور مومن کے دل میں تقویٰ کے جوہر کو تقویت دے کر اسے اللہ کی نافرمانی سے روک لیتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے‘‘ حضور اکرم ﷺ نے حقیقت صوم کو واضح کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ’’اگر روزہ دار مومن کو کوئی گالی دے تو اسے چاہیے کہ جواب میں صرف یہ کہے کہ میں روزے سے ہوں۔ ان ارشادات کی روشنی میں یہ بات کھل کر

سامنے آ گئی کہ روزے سے مقصود اصلاح قلب اور ضبط نفس ہے۔

قرآن کریم کے نزول اور حضور رحمۃ للعٰلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان نبوت والے پرانوار مہینہ کے روزوں سے ایمان وعمل میں جو نکھار پیدا ہوتا ہے وہ کسی دوسرے مہینہ کے روزوں سے ممکن نہیں ہے۔ مہینہ بھر کی یہ بظاہر کٹھن مشقت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت سمیٹنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا نادر موقع ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار ایک دن ماہ شوال کا چاند اُفق پر طلوع ہو کر ماہ صیام کے اختتام کا اعلان کرتا ہے اور مومنین ایک اہم فرض کی بجا آوری پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے اور عید کے دن اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر سجدہ شکر بجا لاتے ہیں۔ اس روز اہل ایمان محسوس کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کے انوار و برکات نے ان کے قلوب کے حالت بدل کر رکھ دی ہے۔ یہ پرمسرت موقع روزے رکھ کر انہیں بھول جانے کا نہیں ہوتا بلکہ اپنے معبود و محبوب سے تجدید عہد کرنے کا ہوتا ہے۔ اس عہد کی تجدید جو روز الست اس کو اپنا مالک اور رب تسلیم کر کے کیا تھا۔ اس عہد کی تجدید جو کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کا کیا تھا اور اپنی جان اور اپنا مال اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیے تھے۔ اس روز اس عزم کی تجدید کرنی چاہیے کہ اللہ کے دین پر پہلے سے بھی زیادہ ذوق وشوق سے عمل کریں گے۔ عید کے مبارک دن ہمیں اپنے خالق و مالک سے یہ دعا کرنی چاہیے ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں سال کے بقایا حصے یعنی ماہ شوال سے شعبان تک کے عرصہ میں بھی تقویٰ اختیار کرتے ہوئے حرام چیزوں سے بچنے اور اپنی رضا والے اعمال سرانجام دینے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں اپنے نفسوں کی شرارت اور شیطان کے مکروفریب سے اپنی پناہ عطا فرما۔ اپنا فضل و کرم ہر وقت ہمارے شامل حال فرما تا کہ تیری رحمت سے ہم بھی تیرے صالح اور مقرب بندوں میں شامل ہو سکیں۔ آمین یارب العٰلمین''

خوف خدا

(پیر خان توحیدی)

قرآن کریم فرقان حمید میں خوف خدا کا بہت تذکرہ کیا گیا ہے اور انسان کے اندر اللہ کا ڈر پیدا کرنے کے لیے مختلف انداز سے دلائل دیئے گئے ہیں۔ کہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ کہ دیکھو اللہ نے تمہارے لیے دنیا کی تمام نعمتیں بنائی ہیں۔ یہ آسمان، یہ زمین، اور اس کے اندر کی تمام چیزیں، یہ پہاڑ، دریا، درخت اور بارش برسا کر زمین سے تمہارے لیے رزق پیدا کرنا وغیرہ۔ اس قدر نعمتیں اس رب نے انسان کو عطا فرمائی ہیں کہ اس نے خود ہی فرمایا کہ اگر تم اللہ کی نعمتیں گننے لگو تو شمار نہیں کر سکو گے۔ ربِّ ذوالجلال نے انسان کو اپنی عطا کردہ نعمتیں یاد دلا کر فرمایا کہ دیکھو! اب صرف مجھ سے ڈرو اور میری نافرمانی نہ کرو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کی قدرت کا تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کا تصور پختہ ہو کر اللہ کا ڈر یعنی تقویٰ پیدا ہو جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ دور کے انسانوں کے واقعات بیان فرما کر انسانی نفسیات کو خوب واضح فرمایا کہ بعض لوگ اللہ کے احسانات و واقعات کی وجہ سے اللہ سے ڈرتے ہیں اور بعض لوگ اللہ کی قدرت کے مظاہرے دیکھ کر ڈرتے ہیں یہی کیفیات آج کے انسانوں میں بھی نظر آتی ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان پر اللہ کی نعمتوں کی بارش ہو رہی ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے اور یہ میری محنت اور زورِ بازو کا کمال ہے۔ بس اس غلط فہمی کی وجہ سے اللہ کا خوف دل سے نکل جاتا ہے جس سے نیکی اور برائی کا تصور بھی ختم ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے دل سے یہ بھی خیال نکل جاتا ہے کہ نماز سے کیا ہوتا ہے۔ تلاوت قرآن کی

کیا ضرورت ہے۔ صدقہ وخیرات کا کیا فائدہ ہے۔ یہ تمام باتیں اللہ کا خوف نہ ہونے کی علامات ہیں۔ پھر اسی انسان کو جب دنیا کے مصائب اور دکھوں کا سامنا ہوتا ہے۔ کوئی قریبی عزیز بیمار ہوجاتا ہے یا خود کسی مالی، جانی یا ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ نمازیں مسجد میں جا کر ادا کرتا ہے۔ قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ صدقہ وخیرات دینے لگتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے دل کے گوشہ میں اللہ کا یقین موجود تھا یہی یقین اگر پختہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے ہر عمل کو دیکھتا ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں بلکہ رات کے اندھیروں میں ایک چیونٹی کے چلنے کی آواز سنتا ہے بلکہ اس کے چلنے سے جو لکیر سی مٹی ہے اسے بھی دیکھتا ہے۔ اگر یہی یقین انسان کے دل میں پختہ ہوجائے تو پھر اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوگا اور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ یوں یہ انسان ایک کامیاب زندگی گزارنے لگے گا۔ کیونکہ کامیاب زندگی گزارنے کے لیے اللہ کا خوف دل میں ہونا بہت ضروری ہے۔

قرآن مجید میں اللہ نے انسانوں کے اندر اپنا خوف اور ڈر پیدا کرنے کے لیے جہاں اپنے احسانات وانعامات اور اپنی قدرت وصفات کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں انسان کو برے اعمال کے انجام سے بھی ڈرایا ہے۔ انسان کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا کرنے کا ایک اہم محرک عقیدہ آخرت بھی ہے جس کے تمام پہلوؤں کو قرآن میں خوب وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ آخرت میں انسان کے اچھے عمل کا اچھا بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ ملے گا۔ جب انسان کے اندر اللہ کا ڈر پیدا ہوجاتا ہے تو اس کی زندگی میں بہت سی خوشگوار اور عمدہ تبدیلیاں آنے لگتی ہیں۔ وہ نیکیوں کی طرف بڑھتا ہے اور برائیوں سے رک جاتا ہے۔ دل میں پختہ ایمان پیدا ہوجاتا ہے۔ پابندی سے نمازیں ادا کرتا ہے اور جو کچھ اللہ رب العزت نے اسے عطا کیا ہے اس سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرتا ہے سچ بولتا ہے اور وعدہ پورا کرتا ہے۔ تنگ دستی، بیماری اور مصیبت میں صبر کرتا ہے اور حرف شکایت زبان پر نہیں لاتا۔ خوشی ومسرتوں میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

اللہ سے ڈرنے والوں میں ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ کون سی چیز حلال اور کون سی چیز حرام ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق انسان ''متقی''یعنی اللہ سے ڈرنے والوں میں اس وقت شمار ہوتا ہے جب وہ ہر اس چیز سے بچتا ہے جو دل میں کھٹکتی ہو ۔ کیونکہ جب خوف خدا نصیب ہوتا ہے تو انسان مشتبہ چیزوں سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ بظاہر چھوٹے گناہ کو بھی پہاڑ کے برابر سمجھتا ہے ۔حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ کسی نے آپؒ سے دریافت کیا کہ کپڑے پر کتنی پلیتی لگنے سے کپڑا ناپاک ہوجاتا ہے ۔آپؒ نے فرمایا سکہ رائج الوقت 'جو چاندی کے پرانے روپے کے برابر تھا' پلیتی لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہوجاتا ہے اس سے کم ہو تو ناپاک نہیں ہوتا ۔دوسرے دن اسی شخص نے امام صاحب کو کرتے کے دامن پر ایک چھینٹا پڑ جانے سے خوب مل مل کر دھوتے دیکھا تو عرض کیا حضرت یہ کیا؟ کل تو آپ فرمارہے تھے کہ سکہ رائج الوقت سے کم پلیتی لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا اور آج ایک چھینٹا لگنے سے خوب مل مل کر دھو رہے ہیں ۔آپؒ نے فرمایا کل میں نے فتویٰ دیا تھا اور یہ میرا تقویٰ ہے یعنی خوف خدا کا معاملہ ہے ۔ یہ ہوتا ہے اللہ کا خوف کہ انسان کو چھوٹی چھوٹی غلطیاں بڑے بڑے گناہ نظر آنے لگتی ہیں ۔ایک دوسری جگہ خراسان کے ایک عالم اور عظیم محدث ابن مبارکؒ ''جو ہر سال سینکڑوں لوگوں کو اپنے خرچہ پر حج کرواتے اور ضروریات زندگی کی چیزیں بھی خرید کر دیتے'' نے خوف خدا کا ایک واقعہ یوں نقل کیا کہ ایک بار حضرت عبداللہ ابن مبارک نے شام میں کسی سے ایک قلم مستعار لیا ۔اتفاق سے قلم اس شخص کو واپس کرنا بھول گئے واپسی پر سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے جب **مرو** پہنچے نظر قلم پر پڑی تو خوف خدا سے کانپ اٹھے ۔**مرو** سے واپس شام جا کر قلم ، صاحب قلم کو واپس کیا تو دل کو تسلی ہوئی ۔ یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب رسل و رسائل کے ذرائع صرف گھوڑے اونٹ اور خچر ہوا کرتے تھے ۔

(بکھرے موتی)

سورۃ حجرات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو یعنی اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اسے اپنا دوست بنالیتا ہے اور اسے مصائب و مشکلات سے نکلنے کے راستے بتادیتا ہے اور وہاں سے اسے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ سورۃ انفال میں فرمایا کہ تم اگر اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں حق و باطل میں فرق کرنے کی قوت عطا فرمائے گا۔ تمہارے گناہوں کو بخش کر تمہیں جنت کا حق دار بنادے گا۔ پھر جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر دوسری چیزوں کے ڈر سے نجات دلا دیتا ہے کیونکہ سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ کا فرمان ہے کہ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا یعنی اللہ سے ڈرے ان پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ معلوم ہوا جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر ان کے دلوں میں کسی غیر کا خوف نہیں رہتا ہے۔

دعا ہے اللہ رب العزت ہم سب کے دلوں میں سے مخلوق کا خوف نکال کر اپنا خوف ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ ہمارے تمام کام آسان بنا دے اور ہماری دنیا و آخرت کی زندگی میں برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

پیرومرشد قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی یاد میں

(عبدالرشید ساہی)

مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ سے فون آیا کہ بابا جان قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے وصال کا ماہ آرہا ہے تو بابا جانؒ سے ملاقاتوں کا حال لکھ دیا جائے تا کہ یہ باتیں اور بابا جان کی یادیں تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو جائیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ بابا جانؒ کا بطور رہبر مل جانا میرے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اعزاز ہے۔ میاں محمد بخش فرماتے ہیں۔

مرشد باجھ کم نہیں بن دا، سے سے کریے حیلے
منتر باجھ محمد بخشا ناگ نئی جاندے کیلے

نفس امارہ کا ناگ مرشد کامل کے بغیر نہیں قابو میں آسکتا۔ بابا جانؒ سے میری پہلی ملاقات جناب شفیق خان صاحب مرحوم نے کروائی۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ خاں صاحب کے سارے خاندان پر رحمت خداوندی کے سائے رہیں اور اللہ تعالیٰ خان صاحب کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔ آمین

پیرومرشد ڈار صاحبؒ عارف باللہ تھے ان کو خدا تعالیٰ نے جہاں اور بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا وہاں تمام علوم پر جو عبور ڈار صاحبؒ کو حاصل تھا، بہت کم انسانوں کے حصے میں آتا ہے۔ بابا جان پیچیدہ ترین سوالات کے جوابات اس انداز سے دیتے کہ پوچھنے والا بالکل مطمئن ہو جاتا تھا۔ گویا علم کا سمندر تھے بابا جان ڈار صاحبؒ۔

ایک مرتبہ فرید ٹاؤن میں بھائی اقبال صاحب کے ہاں محفل تھی۔ میں بھی موجود تھا۔ ایک شخص اپنے بیٹے کو لے کر آیا کہ بابا جان دعا کریں میرے بیٹے کو اللہ کینسر کے مرض سے نجات دے کر صحت عطا فرمائے۔ میں بابا جان کے قریب ہی بیٹھا تھا اور بابا جان سے پہلے ہی بول پڑا

کہ آپ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ اس کو صحت یاب کریں گے۔کچھ دیر ٹھہر کر وہ شخص پھر مخاطب ہوا کہ بابا جان دعا فرمائیں تو بابا جان فرمانے لگے دعا تو ہو گئی ہے۔ساہی صاحب نے کہہ دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرمائیں گے۔بیٹے سے کہو کہ ہر وقت وضو میں رہنے کی کوشش کرے اور نبی رحمت ﷺ پر درود شریف پڑھا کرے،نماز کی پابندی کرے،اللہ شفا دے گا۔اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کو شفا عطا فرمادی۔

19 مئی 1998 کے بلدیاتی الیکشن میں گاؤں کے کچھ شریر لوگوں نے میرے والد صاحب کو کونسلر بلدیہ ڈسکہ کے الیکشن میں حصہ لینے پر تیار کرلیا۔ہم نے والد صاحب سے کافی منت سماجت کی کہ ابا جان آپ آرمی سے ریٹائرڈ ہو کر آئے ہیں،گاؤں کے ماحول سے واقف نہیں۔یہ لوگ موقع آنے پر بدل جاتے ہیں معزز انسانوں کو خوار کرتے ہیں۔مگر والد صاحب اپنی بات پر اڑ گئے۔لہٰذا میں چیمہ صاحب اور بھائی نبی احمد ساہی کے ساتھ بابا جان کے پاس حاضر ہوا اور ساری صورت حال سے بابا جان کو آگاہ کیا اور مزید یہ بتایا کہ کہ گاؤں کی تمام بڑی برادریاں ہمارے مخالف امیدوار علی اکبر گھمن کو سپورٹ کررہی ہیں۔بابا جان فرمانے لگے ساہی صاحب آج سے حاجی صاحب کی کونسلر کی سیٹ پکی ہوگئی ہے۔19 مئی والے دن ڈی ایس پی ڈسکہ اور اے سی ڈسکہ سارا دن ہمارے پولنگ پر موجود رہے اور طرح طرح سے ہمارے ووٹرز کو ہراساں کرتے رہے۔وہ سارے بلا روک ٹوک اندر جا کر غریب لوگوں کی پرچیاں چھین کر خود مہریں لگاتے رہے۔عملے نے ان کو پوچھا تک نہیں اور اگر میں اندر جانے کی کوشش کرتا تو ds p صاحب فوراً کہتے ساہی صاحب آپ پر F I R درج کردیں گے۔آپ اندر جا کر لوگوں کو قائل کرتے ہیں اور وہ یہ بھی کہتے کہ آپ الیکشن ہار چکے ہیں گھر جا کر آرام سے بیٹھ جائیں۔میں نے کہا ڈپٹی صاحب پانچ بجے شام تک انتظار کریں ہماری سیٹ کنفرم ہو چکی ہے اور وہی ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی رحمت اور بابا جان کی دعا سے ہماری سیٹ پکی کردی۔والد صاحب 280 ووٹوں کی برتری سے کونسلر بلدیہ ڈسکہ منتخب ہوگئے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ہم کافی دوست سر تاج صاحب مٹھائی والوں کی دعوت پر پشاور گئے ہوئے تھے۔ ماشاءاللہ کافی اچھا انتظام تھا لیکن رات بارہ بجے آندھی اور بارش آ گئی۔ ہم چار پانچ بھائی سر تاج صاحب کے ساتھ والے مکان میں چلے گئے۔ کسی غریب پٹھان کا مکان تھا کافی بوسیدہ اور پرانا۔ چھت جگہ جگہ سے ٹپک رہی تھی اور ہم دیواروں کے ساتھ لگے بیٹھے تھے۔ کہ اچانک بابا جان تقریباً دو بجے رات ہمارے پاس آئے۔ ہم سب بھائی حیران ہوئے کہ بابا جان اس وقت یہاں کیسے آ گئے۔ دریافت کیا تو بابا جان فرمانے لگے دراصل میں بڑا بے چین تھا نیند نہیں آ رہی تھی سوچا بیٹوں کا پتہ کرتا ہوں وہ کس حال میں ہیں۔ پھر بابا جان نے ہمارے ساتھ وہیں رات بسر کی ہم نے بڑی منت سماجت کی کہ بابا جان آپ وہاں جا کر آرام فرمالیں مگر بابا جان فرمانے لگے میں اپنے بیٹوں کو پریشانی کی حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔

ایک مرتبہ ہم بابا جان کے ساتھ اسلام آباد دعوت پر گئے۔ بھائی خورشید صاحب نے ہماری بڑی خدمت کی۔ رات گیارہ بجے تک مرحوم بھائی رضا شاہ صاحب نے ہمیں جگائے رکھا۔ جب بھی ہمیں نیند کا غلبہ ہونے لگتا تو ہمیں سخت کالے رنگ کا تیز قہوہ بنا کر پلاتے، کبھی میاں محمد بخش کے کلام کی سفارش کرتے کبھی نعت رسول مقبول ﷺ کے لیے فرمائش آ جاتی۔ رات دو بجے تک محفل سجی رہی۔ اس کے بعد ہم سونے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے میرا معدہ اتنا خراب ہوا کہ زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ رضا شاہ صاحب فرمانے لگے اندر کی سیاہی دھل رہی ہے۔ میں واش روم میں جا جا کر تھک گیا پھر کمزوری اتنی ہو گئی کہ بستر سے اٹھنا مشکل ہو گیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ نزع کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں پاس انفاس کرنے لگا۔ اتنے میں نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ بابا جان نے دریافت فرمایا، ساہی صاحب کدھر ہیں۔ رضا شاہ صاحب نے فرمایا وہ تو علیل ہیں۔ بابا جان فرمانے لگے ساہی صاحب کو نہ اٹھاؤ اور نماز فجر کے بعد ناشتہ کا بندوبست

کرولہٰذا خورشید صاحب نے ناشتہ تیار کیا مجھے بابا جان نے آواز دی! ساہی صاحب ناشتہ لگ گیا ہے ہمارے ساتھ آ کرنا شتہ کرلیں ۔ایسے محسوس ہوا کہ تن مردہ میں زندگی واپس آ گئی ہو۔ہمت کر کے ناشتہ کی میز پر آ گیا۔بابا جان فرمانے لگے ناشتہ کرواور بعد میں مجھے دو گولیاں intax کھلا دیں مجھے ایسے محسوس ہوا کہ میں بیمار ہی نہیں ہوا۔فرمانے لگے ساہی صاحب سفر کرلیں گے؟۔ میں نے کہا بابا جان میں بالکل ٹھیک ہوں۔لہٰذا دوستوں نے الوداع کیا۔رومائل خان نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ہم گوجرانوالہ کے لیے روانہ ہو گئے ۔مجھے اللہ تعالیٰ نے مرشد پاک کی محبت میں صرف جسمانی ہی نہیں روحانی صحت بھی عطا کردی۔

ایک بار کسی دوست نے بابا جان سے میری شکایت کی کہ ساہی صاحب ہیر وارث شاہ بڑی سر کے ساتھ پڑھتے ہیں ۔بابا جان فرمانے لگے ساہی صاحب آپ ہیر وارث شاہ کیوں پڑھتے ہیں ۔تو میں نے کہا کہ بابا جان ہیر میں وارث شاہ نے اللہ کی باتیں لکھی ہوئی ہیں ۔بابا جان فرمانے لگے وارث شاہ نے ہیر میں مرچ مصالحہ لگا کر اللہ کی باتیں لکھی ہیں ۔تمہیں قرآن مجید میں اللہ کی خالص باتیں پسند نہیں ہیں ۔نفس پرستی چھوڑ دو ۔اگر اللہ کی باتیں پڑھنی ہیں تو قرآن میں اللہ کی باتیں لکھی ہیں وہ پڑھو ۔یہ میرے پیرومرشد کی بہت بڑی کرامت ہے کہ میں اس وقت سے لے کر آج تک قرآن ہی پڑھتا ہوں ۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جنت میں ہر لحظہ بابا جان کو ترقیاں اور بلندیاں عطا ہوں ۔اللہ بابا جان کے سارے خاندان اور رشتہ داروں پر کرم کی نگاہ رکھے اور اماں جان کو صحت کاملہ کے ساتھ زندگی دراز عطا فرمائے ۔
آمین ثم آمین

مثبت اور تعمیری سوچ (رجائیت)

(محمد فیصل خان)

اللہ تعالٰی نے انسان کو اشرف المخلوقات اور زمین کا خلیفہ بنایا۔ یہ مسجود ملائکہ ہے۔ اس کو اپنی معرفت، پہچان، عبادت اور محبت کیلئے پیدا کیا۔ بہترین صورت میں اس کو تخلیق کیا گیا۔ اچھائی اور برائی کی پہچان عطا کی گئی۔ عقل اور ذہن دیا گیا۔

انسانوں نے روز اول سے آج تک تمام شعبوں میں جو ترقی کی ہے اس کے پیچھے عظیم اذہان کارفرما رہے ہیں۔ ذہن کا کام سوچنا ہے باقی تمام اعضاء اس کے ماتحت ہیں یہ سردار ہے۔ سوچ کے دو پہلو ہیں۔ (i) مثبت اور تعمیری سوچ (Optimism) (ii) منفی یا تخریبی سوچ Pessimism

(i) مثبت اور تعمیری سوچ یہ ہے کہ ہر کام میں روشن پہلو کو اجاگر کیا جائے۔ مثال کے طور پر اگر گلاس میں آدھا پانی ہو تو مثبت سوچ کہے گی کہ آدھا گلاس بھرا ہوا ہے۔ اس کو رجائیت بھی کہتے ہیں

(ii) منفی سوچ یہ ہے کہ ہر کام میں یا ہر چیز کو تاریک پہلو سے دیکھا جائے۔ جیسے کہ پہلے والی مثال کے مطابق منفی سوچ یہ کہے گی کہ آدھا گلاس خالی ہے۔ اس کو قنوطیت بھی کہتے ہیں۔

قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی کتاب چراغ راہ کے اندر اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ

"قرآن میں ہے کہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو۔ درحقیقت یہ ہے وہ حقیقی رجائیت (آپٹی مزم) کی تعلیم جو قرآن مسلمانوں کو دے رہا ہے۔ لیکن مسلمانوں نے تو قرآن کو گلدستہ نسیاں بنا دیا ہے اسے کوئی دیکھتا تک تو ہے نہیں، تعلیم پر عمل تو بہت دور کی بات ہے۔ زیادہ تر لوگ صرف عربی عبارت پڑھتے ہیں پھر اسے چوم کر رکھ دیتے ہیں۔ ان غریبوں کو کیا معلوم کہ اس میں زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے کے کیسے کیسے نادر خزانے بھرے پڑے ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ ہم یوں غافل پڑے ہیں اور دوسری اقوام انہیں خزانوں کے تصرف سے ساری دنیا پر غالب آ گئی ہیں اور اب آسمانوں کو فتح کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اگر کسی مسلمان سے سائنسی اکتشافات اور نئی نئی حقیقتوں کی دریافت کا ذکر کیا جائے تو یہ بڑے فخر سے گردن اکڑا کر کہہ دیتا ہے کہ "یہ تو ہمارے قرآن میں بھی ہے"۔ یہ اتنا نہیں سوچتا کہ "ہے" تو تجھ کو کیا۔ "پدرم سلطان بود"۔ فائدے تو غیر مسلم اٹھا رہے ہیں اور تم اسی طرح لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے میں مگن ہو۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

میں نے ابھی جو کچھ لکھا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ کو رجائی (آپٹومسٹ) بننا چاہیے یعنی ہر حالت میں خوش اور پُر امید رہنا چاہیے، بے حوصلگی اور مایوسی کو قریب بھی نہیں آنے دینا چاہیے۔ اسی ضمن میں رجائیت اور قنوطیت کے متعلق میں آپ کو ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو عوام کو تو کیا خواص میں سے بھی شاذ و نادر ہی کسی کو معلوم ہوگی۔ سائنس دانوں کی تازہ دریافت یہ ہے کہ انسان کے جسم سے ہر وقت لہریں نکل کر فضاء میں منتشر ہوتی رہتی ہیں اور انہی لہروں کے ذریعہ ایک انسان اپنے خیالات دوسرے کے ذہن میں ڈال سکتا اور دور دراز کے مقامات تک اپنے دوستوں کو پیغام بھیج سکتا ہے اسی کو وہ ٹرانسفارمیشن آف تھاٹس (انتقال خیال) اور ٹیلی پیتھی کہتے ہیں اور یہ اشغال آج یورپ کے بے شمار لوگ کر رہے ہیں۔

ان لہروں کا ماخذ اور ٹرانسمیٹر انسان کا قلب ہے۔ جس آدمی کا قلب نیکی، پارسائی اور اللہ کے ساتھ قلبی تعلق کی وجہ سے طاقتور ہوتا ہے، جو قرآن کریم کے حکم کے مطابق ہمیشہ خوش رہتا ہے نہ کسی سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے، جو بڑے سے بڑے صدمہ کا اپنے قلب پر اثر نہیں ہونے دیتا اور جو کبھی رنجیدہ اور مایوس نہیں ہوتا۔ مختصراً یہ کہ جو رجائی یا آپٹی مسٹ ہوتا ہے اس کی یہ لہریں نہایت طاقتور اور تیز رفتار ہوتی ہیں۔ ایسا آدمی جب اپنے دل میں کسی دوسرے شخص کے متعلق خیال کرے کہ وہ فلاں فلاں کام کرے اور فلاں فلاں باتیں چھوڑ دے تو اس کا خیال لہروں کے ذریعہ فوراً مرسل الیہ کے دماغ تک پہنچتا ہے اور اس کے خیالات کو بدل دیتا ہے اور وہ وہی کچھ

کرنے لگتا ہے جو لہریں بھیجنے والا چاہتا ہے۔مثلاً اگر کسی دفتر کا کوئی ادنیٰ ترین چپڑاسی یہ چاہے کہ ڈپٹی کمشنر صاحب اپنے پاس آنے والے اہل معاملہ پر غصہ نہ ہوں یا گالیاں نہ دیں تو یقیناً ڈپٹی کمشنر صاحب کا دماغ بدل جائے گا اور اہل معاملہ سے نہایت شرافت اور خوش اخلاقی سے پیش آنے لگیں گے یا مثلاً ایک مکمل پیر یہ چاہے کہ اس کا فلاں مرید غصہ ،نفرت ،جھوٹ اور شراب چھوڑ دے تو یقیناً مرید کی یہ بد عادتیں دور ہو جائیں گی۔ان لہروں کے لئے فاصلہ کوئی چیز نہیں ہے۔مرسل الیہ سامنے بیٹھا ہو یا ہزاروں میل کے فاصلہ پر ،انگلینڈ یا امریکہ میں ہو برابر اثر کرتی ہیں البتہ پیر صاحب کے قلب کی طاقت اس کے لئے ضروری ہے۔جتنی طاقت پیر صاحب کے قلب میں ہوگی اتنی ہی دور تک اور اتنی ہی جلدی اصلاح ہو جائے گی اسی کو توجہ کہتے ہیں۔توجہ دینے والے پیر تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو مرید کو صرف سامنے بٹھا کر توجہ دے سکتے ہیں یہ کامل کہلاتے ہیں ،دوسرے وہ جو دو سو چار سو میل تک توجہ دے سکتے ہیں وہ اکمل کہلاتے ہیں ،تیسرے وہ جن کے لئے فاصلہ کوئی چیز نہیں۔کرہ زمین پر جہاں بھی ان کا مرید ہو اس تک توجہ پہنچ جاتی ہے یہ مکمل کہلاتے ہیں۔رجائی کا بیان ہم کر چکے ہیں اب رہ گئے قنوطی تو چونکہ ہر وقت رنج والم اور اللہ کی رحمت سے مایوسی کی وجہ سے ان کا قلب نہایت کمزور ہوتا ہے اس لئے ان کی لہریں بھی کمزور ہوتی ہیں اور کسی کے دماغ پر اثر نہیں کر سکتیں۔ان کو نہ کوئی عزیز رکھتا ہے نہ ان کا کہنا مانتا ہے وہ ہمیشہ پریشان اور ناکام و نامراد رہتے ہیں۔برادران حلقہ! میں نے آپ کے سامنے ایک ایسا راز فاش کر دیا ہے جو اس سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا اب آپ کی مرضی ہے کہ رجائی بن کر خوشی، خوشحالی اور کامیابی کی زندگی بسر کریں یا قنوطی بن کر ناکام و نامراد مر جائیں۔

اللہ اور رسول اللہ کی تعلیمات رجائیت کا درس دیتی ہیں مندرجہ ذیل آیات قرآنی رجائیت کا درس دے رہی ہیں:۔

دراصل مثبت سوچ کی بنیاد خود اللہ ہے۔

سورہ الحج آیت 15: "جو شخص یہ گمان کرتا ہے اللہ اس کو دنیا اور آخرت میں مدد نہیں دے گا تو

اس کو چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی باندھ لے پھر اس سے اپنا گلا گھونٹ لے پھر دیکھے کہ آیا یہ تدبیر اس کے غصے کو دور کر دیتی ہے۔

سورۃ یوسف آیت 87: "بیٹا جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے بے ایمان لوگ مایوس ہوتے ہیں"۔

سورۃ البقرہ: آیت 268: شیطان تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کا کہتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔

اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے

باباجان محمد صدیق ڈار صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ خوش رہا کرو۔ آپ فرماتے تھے کہ: Word impossible is in the dictionary of fools۔ ایک دفعہ گفتگو کے دوران آپ نے فرمایا کہ "ہمت اسم اعظم است" یعنی ہمت ہی اسم اعظم ہے

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

ایمان، توکل اور یقین، مثبت سوچ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب کی بنیاد اللہ کا اور ہمارا رشتہ ہے۔ اسلام کی تاریخ مثبت سوچ کے کرشموں سے بھری پڑی ہے۔

رجائیت کے بارے میں احادیث رسول ﷺ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

(i) حدیث قدسی ہے اللہ فرماتا ہے کہ میں ویسا ہوں جیسا میرا بندہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

(ii) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ ایک نوجوان کے پاس گئے

جوبستر مرگ پر تھا۔آپ ﷺ نے پوچھا تم کیا محسوس کرتے ہو۔نوجوان نے جواب دیا کہ مجھے اللہ سے بہت امید ہے لیکن مجھے اپنے گناہوں کا ڈر بھی ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی ایمان والے میں یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہوگئیں تو اللہ اس کی امیدوں کو پورا کرے گا اور اس کو خوف سے امن عطا کرے گا۔(ترمذی)

(iii) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اچھائی کی امید رکھنا بھی اللہ کی بندگی کا کام ہے(ترمذی،حاکم)

(iv) آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ آسانی پیدا کرو اور چیزوں کو مشکل مت بناؤ (لوگوں کو خوشخبری دو)اور متنفر نہ کرو (بخاری)

(v) آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ سکھاؤ اور خوشخبری دو،چیزوں کو آسان بناؤ اور ان کو مشکل مت بناؤ(احمد ابن حنبل)

آج ویسٹرن ورلڈ بھی مثبت سوچ ،رجائیت یا Optimism کی قائل ہوگئی ہے ۔وہ کہتے ہیں کہ مثبت سوچ رکھنے والے زیادہ عمر پاتے ہیں ،صحت مند رہتے ہیں ان کو سٹریس ، ڈپریشن یا دیگر ذہنی امراض کم ہوتے ہیں ۔زیادہ کامیاب ہوتے ہیں ۔

Wake up World میں Dr. Marianna لکھتی ہیں کہ مثبت سوچ والے افراد کے دماغ میں Dopamine کیمیکل کا لیول منفی سوچ رکھنے والے لوگوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ Dopamine لیول بڑھنے سے افراد کی طاقت قوت اور علم بڑھتا ہے۔

وہ اس کے اوپر مزید ریسرچ کر رہے ہیں اور مادی وجوہات تلاش کر رہے ہیں اور ہمارے پاس اس کی اصل وجہ پہلے سے ہی موجود ہے اور وہ ہے خود اللہ!۔

گناہ در گناہ

(امام ابن قیم الجوزیہؒ)

گناہ کا خاصہ یہ ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کیلئے بیج کا کام کرتا ہے۔اس طرح ایک سے دوسرا، اور دوسرے سے تیسرا گناہ پیدا ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آدمی کیلئے گناہ کو چھوڑنا اور اس بھنور سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔بعض سلف صالحین کہتے ہیں کہ ایک گناہ کی سزا دوسرے گناہ کی شکل میں ملتی ہے اور نیکی کا صلہ مابعد کی نیکی کے صلے میں حاصل ہوتا ہے۔ایک بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دوسری قریبی نیکی کہتی ہے کہ مجھے بھی انجام دیتے چلو۔وہ جب اسے انجام دے لیتا ہے تو ایک اور نیکی اسے یہی دعوت دیتی ہے۔اس طرح نیکیوں کا سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔اس سے بندے کو بے حساب نفع حاصل ہوتا ہے، اور اسکی نیکیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔جو شکل نیکیوں کی ہے، وہی گناہوں کی بھی ہے۔طاعات و معاصی بندے کے حق میں نہ مٹنے والی تصویروں اور غیر منفک صفات کی ثابت و لازم بن جاتی ہے۔جس وقت کسی نیکوکار آدمی سے کوئی نیکی رہ جاتی ہے تو وہ اپنے لئے تنگی اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور غفلت کی وجہ سے اس پر زمین تنگ ہو جاتی ہے۔وہ اپنے آپ کو اس مچھلی کی طرح پاتا ہے جو پانی سے الگ کر لی گئی ہو اور وہ پانی میں جانے کیلئے بے تاب ہو۔مچھلی کو پانی میں ہی سکون ملتا ہے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

ایک گناہ گار جب وہ کسی معصیت کو چھوڑ کر نیکی کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس پر بھی زمین تنگ ہو جاتی ہے اور سینے میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔وہ دوبارہ جب تک یہ گناہ نہ کر لے، زندگی کی ساری راہیں اس پر تنگ ہو جاتی ہیں، تا آنکہ بعض فاسق و فاجر لوگوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ بلا کسی لذت و لطف، بلا داعیہ اور خواہش کے بھی ارتکابِ گناہ کرتے رہتے ہیں، اور بات صرف یہی ہوتی ہے کہ گناہوں کی مفارقت سے انہیں تکلیف ہوا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ جب طاعت الٰہی کا اہتمام کرتا ہے اور طاعت وعبادت سے اسے خاص قسم کا اُنس اور اُلفت ومحبت ہو جاتی ہے تو اسے ہر چیز سے مقدم سمجھتا ہے۔ بندے کی اس حالت میں حق سبحانہ، وتعالیٰ اس کے لئے اپنی رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے جو ہر طرح اس کی امداد کرتے ہیں، اسے طاعتِ الٰہی اور عبادت کا شوق دلاتے ہیں، اس کے ایمانی جذبات کو ابھارتے ہیں، بستر چھڑا دیتے ہیں، کسی حالت اور کسی بھی مجلس میں بیٹھا ہوا ہو، اسے اُٹھا کر طاعت وعبادت میں لگا دیتے ہیں۔

اسی طرح جب کوئی بندہ معاصی اور گناہوں سے اُلفت کرنے لگتا ہے، گناہوں کو محبوب رکھتا ہے اور خیر ونیکی کے مقابلے میں گناہوں کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ شیاطین کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ یہ شیاطین معاصی اور گناہوں میں اس کی معاونت کرتے ہیں اور اس کے شیطانی و نفسانی جذبات کو اُبھارتے ہیں۔

پس پہلا بندہ وہ ہے جس کی اعانت وامداد کیلئے طاعت وعبادت کا پورا لشکر موجود ہوتا ہے جو اس کی پشت پر رہ کر اس کی بھرپور امداد کرتا ہے، اور اس لشکر کی امداد سے بندہ نہایت قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ دوسرا بندہ وہ ہے جس کی پشت پر معصیت اور گناہوں کا لشکر ہوتا ہے، معصیت اور گناہوں میں اس کی اعانت وامداد کرتا ہے، اور یہ شیطانی لشکر اسے معصیت وگناہ میں قوی اور مضبوط بنا دیتا ہے۔

فضیلت توبہ

(مرسلہ: فہد محمود)

گناہوں کو مہلک یقین کرنا نفسِ ایمان میں داخل ہے۔ توبہ گناہوں کی ہلاکت سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ انسان کا اپنے قصور پر ندامت سراسر توفیق الٰہی ہے اور یہی امر توبہ کی اساس ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمان الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ توبہ کے امر سے انسان کو کئی قسم کے فضائل، برکات اور فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کا مندرجہ ذیل عنوانات سے احاطہ کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

رضائے الٰہی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ توبہ کا امر اللہ تعالیٰ کی رضا کو دعوت دیتا ہے اور توبہ کرنے سے مالک کائنات کو اپنے بندہ پر بڑا ہی پیار آتا ہے۔ اس کی رحمت وعفو کی چادر اسے لپیٹ لیتی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کی شان ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندے جس کو شکم مادر سے لیکر دامن لحد تک اپنی حفظ و امان میں رکھتا ہے، اس کی آخرت کی بھلائی کیلئے بھی اس کو ہر موقع نجات مہیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایک انسان کا قتل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سارے کے سارے انسانوں کا قتل کرنا اور ایک انسان کو زندگی دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سارے کے سارے انسانوں کو زندگی دینا۔ اس فرمان الٰہی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک انسان کے استحصال پر اللہ تعالیٰ کو کتنا دکھ اور اس کی حیات باہدایت پر اللہ تعالیٰ کو کتنی خوشی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے اے بندے تو مجھے یاد کر، میں تجھے یاد کروں گا۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ میرا بندہ مجھے ایک بار یاد کرتا ہے تو میں اسے دس بار یاد کرتا ہوں۔ وہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دس بالشت

بڑھتاہوں ۔ان تمام احکام سے اللہ تعالی کی اپنے بندہ سے محبت اور رحمت کا اندازہ ہوتا ہے ۔اس لئے جب بھی کوئی آدمی گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جیسے ایک ماں کو اپنی کھوئی ہوئی اولاد پا لینے سے ہوتی ہے ۔

2- رزق میں کشادگی اور اولاد میں ترقی:

جب انسان توبہ و استغفار کو اپنا تا ہے تو اللہ تعالی کی طرف سے اس پر رحمتوں کے دراوزے کھل جاتے ہیں جس کا اظہار حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کیا تھا۔ آپ نے قوم سے کہا۔

"اے میری قوم تم اپنے گناہوں کی اپنے رب سے معافی مانگو پھر (ایمان لا کر) پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ تو پھر یقیناً تم پر خوب بارش برسائے گا۔اور (ایمان و عمل کی برکت سے) تم کو اور قوت دے کر تمہاری موجودہ قوت میں اضافہ کر دے گا"۔(سورۃ ہود 52)

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا۔

"تم اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بنا دے گا"۔(سورۃ نوح:10-12)

مابعد زندگی کی بہتری کی یقین دہانی:

گناہوں کی پاداش میں انسان رحمت خداوندی سے محروم رہتا ہے لیکن جب وہ توبہ کر لیتا ہے تو اس کی زندگی بھی خیر و برکت سے مالا مال ہو جاتی ہے ۔قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے ۔

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تا کہ اللہ ان کے اعمال بد کا مزہ انہیں چکھا دے اور پھر وہ ان سے باز آ جائیں ۔(الروم 40)

یہ آیت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ گناہوں سے زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالی کی رحمت سے زندگی آسودہ حال ہو جاتی ہے ۔سورۃ ابراہیم میں

ارشادِ خداوندی ہے۔

"ان کے پیغمبروں نے کہا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے شک ہے جو کہ آسمانوں، زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور موت کے مقررہ وقت تک تمہاری زندگی بے عذاب کاٹ دے"۔(سورہ ابراہیم 10)

نیکیوں میں اضافہ:

توبہ کرنے سے انسان کی برائیاں نہ صرف مٹ جاتی ہیں بلکہ آدمی کے نامہ اعمال میں اللہ تعالیٰ اتنی ہی نیکیوں کا اضافہ فرما دیتا ہے۔سورۃ الفرقان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یعنی مگر جو (شرک و معاصی) سے توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گزشتہ گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرما دیتا ہے بے شک اللہ بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے"۔(الفرقان)

سورۃ آل عمران میں جنت کی واضح بشارت دی گئی ہے۔

اے پیغمبر آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے سب گناہ معاف فرما دے گا اللہ تعالیٰ بہت بڑا معاف کرنے والا اور بڑی رحمت فرمانے والا ہے۔(آیت 31)

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے کہ دنیا میں کسی چیز کو اس کے برابر نہ جانتا ہو۔پھر اس پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اللہ اسے بخش دے گا"۔(بیہقی۔کتاب البعث)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

اے اولادِ آدم جب تک تو مجھ سے دعا مانگے اور مجھ سے آس لگائے تو میں تجھے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا۔میں بے پرواہ ہوں۔اے ابن آدم اگر تیرے گناہ کنارہ آسماں تک پہنچ

جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دونگا۔ کچھ پرواہ نہ کروں گا اے ابن آدم اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین پر بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا"۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے کہ اللہ میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دیدے رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس کو پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے کہتا ہے یا رب مجھ سے گناہ ہو گیا تو بخش دے۔ رب کریم فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔

(بخاری و مسلم)

آخرت کی کامیابی:

توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے کرم کا سامان ہو جاتا ہے۔ سوۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا"۔(البقرہ آیت 160)

"ہاں جو لوگ توبہ کر لیں اس کے بعد اپنی اصلاح کر لیں سو بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے"۔(آل عمران 89)

لیکن جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اپنے دین کو خالص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کر لیں تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے"۔(سورہ النسا 146)

" کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے ان کا عمل مخلوط ہے

کچھ نیک ہے اور کچھ بد بعید نہیں کہ ان پر (اللہ) پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔اے نبی تم ان کے احوال میں سے صدقہ لیکر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کیلئے وجہءِ تسکین ہوگی ۔اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خیرات کو قبولیت عطا کرتا ہے اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔(سورہ التوبہ 102-104)

توبہ پر استقامت:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہﷺ میں زبان دراز ہوں اور اپنے اہل وعیال پر زبان درازی کرتا ہوں۔آپﷺ نے فرمایا تم استغفار کیوں نہیں کرتے میں خود دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں"۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا میرے قلب پر ایک گھٹا سی چھا جاتی ہے اس لئے میں روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

"اے مومنو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو شاید کہ تم فلاح پا جاؤ"۔

اسطرح دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

"یقیناً اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اے ایمان والو! اللہ سے سچی خیر خواہی کے ساتھ توبہ کرو"۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ اور آیات قرآنی اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کو توبہ واستغفار پر استقامت پکڑنی چاہیے۔یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا مستجاب عمل ہے۔رسول کریمﷺ نے اسی لئے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کے کرنے کا حکم دیا۔

(بشکریہ سیارہ ڈائجسٹ)

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ

(پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی۔ چوک اعظم)

زندگی میں کئی شخصیات آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں، کچھ کے آنے کا پتہ چلتا ہے اور نہ جانے کا۔ اللہ معلوم کتنی شخصیات سے مختلف زاویوں اور حوالوں سے واسطہ پڑا کچھ دن یاد رہیں اور بالآخر طاقِ نسیاں ہو گئیں۔ کئی بزرگ شخصیات جو زندگی کے مختلف شعبوں سے وابستہ تھیں، اپنے تجربات کی روشنی میں پندو نصائح کر کے راہی ملک عدم ہو گئیں۔ کئی ہستیاں اپنی یادوں کے انمٹ نقوش چھوڑ کر حیات جاوداں پا جاتی ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق فیض پا کر دنیا اور آخرت کی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا کر راہ آخرت اختیار کر جاتی ہیں۔ ایسی ہستیوں کو آنے والی نسلیں ان کے اعلیٰ و ارفع کارناموں کی وجہ سے تا حیات یاد رکھتی ہیں۔ انسانی زندگی کیا ہے، یہ تو ایک انعام ہے وقت کی شکل میں اور یہ نہایت قیمتی اثاثہ ہے لیکن ہم اس قیمتی موتیوں (لمحوں) کو کوڑیوں کے دام بیچ کر اور بے خبری کی نیند سو کر اچانک چلے جاتے ہیں۔

انسانی زندگی کے دو ادوار ہیں۔ ایک دنیاوی زندگی جو نہایت مختصر قلیل، جلد ختم ہونے والی ہے عموماً غفلت اور لہو و لعب میں دلچسپ فلم کی طرح اچانک اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

دوسرا موت کے بعد از سر نو زندگی کا دور جو نہ ختم ہونے والا ہے پہلی دنیاوی زندگی کے "امتحان کا نتیجہ ہے کیونکہ "الدنیا ء مزرعۃ الآخرہ" دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

یعنی یہ زندگی دنیاوی زندگی کی جزا و سزا کا نتیجہ ہے۔ ناعاقبت اندیش انسان مختصر ترین زندگی کے لئے رات دن ایک کر کے شہرت دوام پانے کے چکر میں خون پسینہ ایک کر دیتا ہے کیونکہ یہ دنیاوی زندگی اسکے سامنے ہے، دیکھ رہا ہے، حاضر ہے، موجود ہے، نقد ہے جبکہ اس کے مقابلے اخروی زندگی غیب سے ہے نظر نہیں آتی، انسان تذبذب کا شکار رہتا ہے کہ نہیں! اس کے ذہن میں اس کا دھندلا سا عکس ہے، اس لئے اس کے لئے تگ و دو بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہ بالکل اس طرح ہے جس طرح ہمارا ظاہری سفلی جسم اور اس کے تقاضے اور ضروریات اور اس کے برعکس روحانی جسم جو کہ اصل ہے اور وہ ہمارے جسم کے اندر مکنون وملفوف ہے، نظر نہیں آتا، اس لئے اسے بہت کم اہمیت دی جاتی ہے۔ اگر چہ یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور ہمیں اچھی طرح معلوم بھی ہے کہ سفلی جسم روح کے بغیر نامکمل بلکہ بے کار اور مردہ ہے۔ اگر اس کے اندر سے روح نکل جائے تو چند ساعتوں کے بعد گلنا سڑنا شروع کر دیتا ہے اور بدبو چھوڑ دیتا ہے اسلئے اسے بلا تاخیر زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی عفونت و بدبو سے بچا جا سکے اور اس بے کار جسم کو دفن کرنے ہی میں عافیت سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ چارہ ہی کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں روح امر ربی ہے اور اس کے تقاضے بھی آسمانی و ربانی ہیں۔

سفلی اجسام کی آسائش و زیبائش اور آرام کیلئے پوری دنیا میں مختلف اختراعات و ایجادات ہو رہی ہیں اور کام زوروں پر جاری و ساری ہے۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں روح کی تسکین و بالیدگی کے لئے بھی کسی حد تک محنت ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل بھیجے اور ساتھ ہی انسان کی ہدایت کیلئے صحیفے اور کتب نازل فرمائیں۔ یہاں تک کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر آخری کتاب قرآن کریم نازل ہوئی۔ سابقہ انبیاء کی طرح یہ بھی "مسلم امت" کہلائی۔ آپ ﷺ نے اس الہامی پیغام کو اپنے گھرانے سے شروع کر کے پوری دنیا تک پہنچایا۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور بعد میں آنے والے تابعین و تبع تابعین نے اس پیغام کو بنفس نفیس سفر کر کے چاردانگ عالم تک پہنچایا اور اس کے بعد پوری امت کی ذمہ داری ٹھہری کہ اس کو نامعلوم دور تک پہنچائیں۔

آپ ﷺ کی حیات اقدس کے دوران نورِ نبوت ﷺ (برکات نبوی ﷺ) کی کرنیں قرب و جوار اور صحابہؓ تابعینؒ نے دور دور تک پہنچائیں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا تعلیمات نبوی ﷺ (قرآن کریم واحادیث مبارکہ) کتابی شکل میں اور برکات نبوی ﷺ وصحابہؓ بزرگوں کے سینوں میں محفوظ ہو گئیں۔ نورِ نبوت ﷺ اور برکات نبوی ﷺ کی کرنیں صحابہ کرام سے تابعین،

تابعین سے بزرگوں اور ولیوں کے سینہ در سینہ خوشبو کی طرح پھیلتی رہیں۔

ابتداء میں تو بلا واسطہ آپ ﷺ کی نظر اور صحبت سے صحابہ کرام کے سینے برکات نبوی ﷺ سے منور ہوئے۔ بعد ازاں یہ نور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کی نسبت سے مختلف سلاسل کی صورت میں فیض کی سبیل بنا۔

چودہ سو سال کا طویل عرصہ گزرنے پر ان سلاسل کی تعلیم میں غیر ضروری آمیزش ہوتی گئی۔ اس صدی کے بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے سلسلہ نقشبندیہ کی شاخ سے جدید خطوط اور زمانے کے جدید تقاضوں کے تحت نئے "سلسلہ عالیہ توحیدیہ" کی بنیاد ڈالی۔ خواجہ صاحبؒ کے بعد عبدالستار خان صاحبؒ کے جانشین حضرت محمد صدیق ڈارؒ کا زریں دور آیا۔ آپ نے ذمہ داری نبھاتے ہوئے سب سے پہلے گوجرانوالا میں کوٹ شاہاں کے قریب مرکز تعمیر ملت کی تعمیر کے لئے کوششیں تیز کر کے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا اور اپنی بقیہ زندگی اس کار خیر کے لئے وقف کر دی۔ حضرت محمد صدیق ڈارؒ بہت بڑے درویش تھے بلکہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ "ڈار صاحب میری True Copy ہیں"۔

آپؒ کی پوری زندگی کا احاطہ کرنا تو ناممکن ہے۔ کہاں میں اور کہاں بابا جیؒ۔ کیونکہ ایک ادنیٰ مرید اپنے مرشد پاک کے بارے کیا لکھ سکتا ہے۔ البتہ بندہ ناچیز نے پچھلے دنوں مرکز کی طرف سے ملنے والی ہدایت کے مطابق بابا جیؒ کی تصانیف کی کمپوز پروف ریڈنگ کا شرف حاصل کیا جس میں چند حیران کن پہلو سامنے آئے جو کہ آپؒ کی شخصیت کا آئینہ دار ہیں۔ ان سے پردہ اٹھانے کی جسارت کروں گا۔

اگر چہ آپ کامل بزرگ و درویش، اخلاق حمیدہ، سنجیدہ و متین شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کم گو تھے اور بارعب شخصیت کے حامل تھے۔ آپ تمام علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ علوم جدیدہ سے آگاہی اور روحانی علم خواہ وہ کسی قوم نسل سے تھا بڑی گہرائی تک اس سے آشنا تھے اعلیٰ روحانی مقام پر فائز تھے، قوت برداشت بدرجہ اتم موجود تھی، صاحب بصیرت ولی اللہ تھے۔

غصہ ونفرت قریب سے پھٹکا ہی نہیں تھا۔آپ شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے علامہ اقبالؒ کے والہ و شیدا تھے ۔آپ نے اردو، انگریزی پنجابی میں معیاری شاعری کی لیکن اپنے آپ کو شاعر نہیں کہلوایا اور نہ کبھی اس کا تذکرہ کیا۔آپؒ نے حمد ونعت پر طبع آزمائی کی جو خالص محبت سے لبریز تھی ۔انگریزی شاعری کا وہ میعار تھا کہ عام ایم اے بی اے پڑھا لکھا آدمی اس کے سمجھنے سے قاصر تھا ۔بہر حال یہ تو تھا آپ کی عمومی زندگی کا مختصر خاکہ۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ آپ ایک اعلیٰ و ارفع صوفیاء و درویشوں کی جملہ صفات سے متصف تھے لیکن چند ایسی صفات بھی آپ میں موجود تھیں جن کا تذکرہ نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔

یوں تو بندہ ناچیز کی سب بھائیوں کے ساتھ وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی رہتی ہے لیکن محمد اشرف صدیق بھائی سے کچھ زیادہ گفتگو کرنے اور مل بیٹھنے کا موقع ملا ہے ۔ایک دن اشرف بھائی نے چلتے چلتے یہ بات سنائی کہ باباجیؒ سے عرض کی گئی کہ آپ قرآن حکیم کی تفسیر لکھیں۔اس پر آپؒ نے فرمایا کہ تفسیر لکھنے کیلئے ایک وقت (زندگی) چاہیے۔وہ بھائی خاموش ہو گئے پتہ نہیں اس بات کے کتنے سال بعد آپؒ ہم سے جدا ہو گئے جب میں نے یہ بات سنی تو میرے دل میں بھی حسرت اٹھکیلیاں لینے لگی کاش آپؒ قرآن حکیم کی تفسیر لکھتے تو فقیر و درویش کی لکھی تفسیر کا کوئی ثانی ہوتا۔

تفسیر لکھنے والی تاریخی بات اشرف بھائی نے کئی نشستوں میں دہرائی اور کف افسوس مل کے رہ جاتے ۔باباجی ڈار صاحبؒ کی تصانیف مقصود حیات اور انسانی زندگی کی روحانی تعبیر جو سالانہ خطبات پر مشتمل ہیں کو بابا جان محمد یعقوب صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر دو تین دفعہ پڑھا تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ آپؒ نہ صرف محقق درویش و صوفی تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف تفاسیر کے زیر مطالعہ رہیں جن میں قرآنی آیات کی وضاحت کرتے کرتے ان کے قلم رک جاتے اور مضمون تشنہ رہ جاتا ،وضاحت نہ ہو پاتی لیکن باباجیؒ نے لوگوں کے اذہان میں جاگزیں قرآن وحدیث کے خلاف روزمرہ تصورات وخیالات

کی صحت کے لئے "مقصودِ حیات" اور "انسانی زندگی کی روحانی تعبیر" میں زوردار آرٹیکل قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھ کر بڑا اعلیٰ کام کیا ہے۔

ان کتب کے مطالعہ سے ان کی اعلیٰ بصیرت اور تحقیقی کاوشوں کو سراہا گیا ہے۔ باباجیؒ کی بصیرت اور تحقیق کے بعد قرآن و حدیث کے عمیق مطالعہ سے ہی ایسی گرہیں وا ہوتی ہیں کہ انسان ورطۂ حیرت میں رہ جاتا ہے۔

باباجیؒ نے اپنے خطبہ بارِ امانت اور عہدِ الست" میں اس کا خلاصہ کچھ یوں دیا ہے:

"میثاقِ الست سے ہر انسان پابند ہو چکا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا مطیع اور تابع فرمان بن کر رہے گا، سب سے زیادہ محبت بھی اسی سے کرے گا اور زمین پر حکمرانی قائم کر کے خلافتِ ارضی کا حق ادا کرے گا"۔

"اب تک ہم عالمِ ارواح میں ہونے والے جو تین اہم واقعات بیان کر چکے ہیں وہ یہ ہیں:

1- اللہ تعالیٰ نے انسان کو محبت اور معرفت والی اطاعت کے لئے پیدا فرمایا:
2- انسان نے اللہ کی محبت کی رکھوالی اور اپنے اعمال کی ذمہ داری قبول کر لی۔
3- ہر انسان اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر کے آیا ہے آپ ہی میرے رب اور میرے محبوب ہیں اور صرف آپ ہی کی بندگی یا غلامی کروں گا۔

(جاری ہے)

مرکز کی ڈائری

(ماجد محمود توحیدی)

ہر انگریزی ماہ کے پہلے بدھ حلقہ ذکر کا اہتمام سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے مرکز تعمیر ملت پر کیا جاتا ہے۔ یکم جون کو بدھ کے دن قرب و جوار کے حلقہ جات کے بھائیوں کی کثیر تعداد نے حلقہ ذکر میں شرکت کی جن میں سرفہرست حلقہ گوجرانوالہ، حلقہ گکھڑ شامل ہیں۔ کیونکہ اس ذکر کی محفل میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب توحیدی بھی جلوہ افروز ہوتے ہیں اس لیے توحیدی بھائی جوق در جوق اس پر کیف و سرور محفل میں شمولیت کو یقینی بناتے ہیں۔ نماز مغرب تمام بھائیوں نے جناب بابا جان کی اقتدا میں ادا کی۔ نماز مغرب کے بعد شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے سلسلہ کی تعلیم کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ بانی سلسلہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے ہمیں دو طرح کے ذکر تلقین فرمائے ہیں۔ ایک پاس انفاس اور دوسرا نفی اثبات۔ پاس انفاس خیال کے ذریعے کیا جاتا ہے کہ ہمارا کوئی سانس بھی اللہ کی یاد کے بغیر نہ آئے نہ جائے۔ یہ تعلیم عین قرآن کے مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ”واذکر ربک فی نفسک “اور اپنے رب کو اپنے نفسوں میں یاد کرو۔ جو سانس آئے اس کے ساتھ بھی اللہ کی یاد ہو اور جو سانس باہر نکلے اس کے ساتھ بھی اللہ کی یاد ہو۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے بلکہ لیٹے ہوئے بھی اللہ کی یاد ساتھ ہو۔

دوسرا ذکر نفی اثبات ہے یعنی لا الـہ الا اللـہ کا ذکر اس کو خاص طریقے سے کیا جاتا ہے جیسا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے اپنی کتب میں تحریر فرمایا ہے کہ کسی بھی رات کی نماز مثلاً فجر، مغرب، عشاء اور اگر اللہ توفیق دے تو تہجد کے بعد کم از کم ایک تسبیح کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابھی ہم اس محفل میں کریں گے۔

ہمیں قبلہ انصاری صاحبؒ نے غصہ اور نفرت کی نفی کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ کہ ہمیں اللہ کی مخلوق سے نفرت کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ اپنے دلوں میں عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے۔ سب سے پیار کریں اور ساتھ صداقت کا چوکیدار بٹھائے رکھیں۔

حلقہ ذکر کے بعد شیخ سلسلہ قبلہ بابا جان نے اجتماعی دعا فرمائی جس میں تمام عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان کی ترقی و خوشحالی کے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی گئی۔

گوجرانوالہ سے بشیر بٹ صاحب اور ان کے صاحبزادے، نوکھر سے خادم حلقہ جناب حافظ محمد یٰسین اور The Educators کے پرنسپل جناب ظہیر الحسن صاحب قبلہ حضور سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب نے اللہ تعالیٰ کی یاد کے تسلسل اور اللہ والوں سے رابطہ کی اہمیت پر زور دیا کہ اگر اللہ کی یاد اور اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنے میں کوتاہی برتی جائے تو انسان اپنے مقصد سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ جونہی انسان اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے شیطان اپنا وار شروع کر دیتا ہے۔ شیطان کے خلاف اللہ کی یاد ہی قلعہ ہے۔ اور اللہ والوں کی صحبت سے اللہ کی یاد دل میں گھر کر جاتی ہے۔ اس لیے اللہ کی یاد سے کسی لحظہ غافل نہ ہونا چاہیے اور شیخ سے رابطہ بھی مضبوط سے مضبوط تر کرتے رہنا چاہیے۔

ماہ جون ہی میں اللہ رب العزت نے ماہ رمضان کی بہاریں عطا فرما دیں۔ ماہ رمضان مومنین کے لیے اللہ کی رحمتوں کا پیام لے کر آتا ہے کہ یہ وہ واحد عمل ہے جس کی جزا خالق کائنات خود ہے۔ ماہ رمضان میں افطار کا بھی ذوق و شوق سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ ماہ رمضان کے پہلے اتوار شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان نے مرکز تعمیر ملت پر افطار کا اہتمام کیا جس میں مضافات کے حلقہ جات کے بھائیوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

ماہ جون میں کورمضان تھا اور موسم بھی شدید گرم تھا۔ پھر بھی تو حیدی بھائی قبلہ حضور سے ملاقات کے لیے مرکز تشریف لاتے رہے۔ جن سے ملاقات میں بابا جان بھائیوں کو نصیحت آموز ارشادات فرماتے رہے۔

انسان کو پہنچنے والے مصائب و تکالیف کی بات ہوئی تو بابا جان نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ انسان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر وہ پہلے سے کتاب میں اللہ کے پاس لکھی ہوتی ہے۔ تو اب جو چیز آپ کے نام اللہ رب العزت نے پہلے سے لکھ رکھی ہے اس پر آپ اللہ سے شکوہ یا حرف شکایت زبان پر کیسے لا سکتے ہیں۔ ہمیں خوشی خوشی اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ راضی برضا اللہ کی بندگی کا بنیادی تقاضہ ہے۔

ایک اور صحبت میں بابا جان نے پیار کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ سے صرف تعظیم اور ادب ہی نہیں ہونا چاہیے اس میں پیار کا عنصر بھی شامل ہونا چاہیے۔ اس کے بغیر کام نہیں بنتا۔ اگر تعظیم اور ادب کے ساتھ پیار شامل نہیں تو یہ سالک کے لیے حجاب بن جاتا ہے۔ پیار کی چاشنی بہت ضروری ہے۔

ایک اور نشست میں بابا جان نے استقامت اور پختگی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا جو بھی کام کریں چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اس کو تسلسل کے ساتھ کرتے رہنا چاہیے۔ اگر چہ ذکر تھوڑا ہی کیا جائے لیکن بتائے گئے طریقہ پر اور باقاعدگی سے کریں۔ تلاوت کلام پاک چاہے ایک رکوع ہی پڑھیں لیکن روزانہ پڑھیں۔ اس میں ناغہ نہ ہو اور ترجمہ کے ساتھ پڑھو اور اپنی دلچسپی کی آیت لکھ لو۔ استقامت بہتر از کرامت والی بات صحیح ہے۔ یہی اللہ کے حبیب ﷺ کا طریقہ مبارک ہے اور یہی بات اللہ کو پسند ہے کہ عمل چاہے تھوڑا ہو لیکن تسلسل کے ساتھ ہو۔

اسلام دنیوی اور اخروی فلاح کا واحد ذریعہ

﴿منصور علی خان﴾

عرصہ دراز سے انسانیت مختلف نظام حکومت یعنی تمام ازموں (isms) کو آزما چکی ہے، مارکسزم، امپیرلزم، کیپٹلزم، انسان کے ایجاد کردہ مذاہب اور لامذہبیت سب آزمائے جا چکے ہیں اور یہ سب ناکام ہو چکے ہیں، بہت سے جھوٹے مذاہب اور نظام ہائے زندگی دم توڑ چکے ہیں اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ نزع کی حالت میں ہیں۔ ہم ریاستی امور سے احکامات الٰہیہ کو خارج کر کے سخت نافرمانی کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ باطل نظام ہائے زندگی کے بعد اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر میدان میں مضبوطی سے جما ہوا ہے اور اپنی صداقت کی بنا پر دنیا کے کونے کونے میں تیزی سے فروغ پذیر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن وسنت پر استوار شدہ نظام زندگی ابدالآباد تک رہے گا، کیونکہ یہ خالق کائنات کا عطا کردہ نظام ہے۔ جب تک اس کی مخلوق رہے گی یہ اس کی راہنمائی کے لئے موجود رہے گا۔ اس نظام کی بنیاد توحید ہے اور یہی سچا دین ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

"بلاشبہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے"۔ (آل عمران ۱۹:۳)

انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک عرصہ سے اسلام ریاستی سرپرستی سے صرف محروم ہی نہیں ہے بلکہ ریاستی جبر کا نشانہ بن چکا ہے۔ مسلمان حکمران جن کی اکثریت مسلمان عوام کی مرضی کے بغیر ان پر مسلط ہے وہ اسلام دشمن قوتوں کے آلہ کار بن کر ان کے مذموم ایجنڈے کی تکمیل میں پیش پیش ہیں۔ وہ ایجنڈا یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے حب رسول ﷺ نکال دو، مذہبی رواداری سلب کر لو، ان کو وطنیت کا پرستار بنا دو، روح اسلام خود بخود ان سے رخصت ہو جائے گی۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ آج سے پون صدی قبل یہ کہہ چکے ہیں:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

(بانگِ درا)

پاکستان میں وطن پرستی کے کھیل کا آغاز ہو چکا ہے اور بڑے ملفوف انداز میں اسلام کے خلاف مہم شروع کر دی گئی ہے۔"سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ بظاہر بہت ہی دلفریب ہے لیکن اس کے اندر اسلام کے خلاف زہر بھرا ہوا ہے۔مسلمان حکمران ابھی یہ کہنے کی جسارت نہیں کر پا رہے کہ "پہلے پاکستان ہے بعد میں اسلام" لیکن ان کا مطلب یہی ہے۔پاکستان کے مسلمان اس نعرے کے مضمرات کو ابھی سمجھ نہیں پا رہے۔یہ نعرہ پاکستان کی بنیاد منہدم کرنے کے مترادف ہے۔مسلمانوں کا المیہ یہ بھی ہے کہ وہ اقتصادی اور تعلیمی لحاظ سے بہت پسماندہ ہیں۔ اس تنزل اور ادبار سے نکلنے کے لئے ان کے پاس جو واحد راستہ تھا یعنی اجتہاد وہ بھی انہوں نے اپنے اوپر بند کر لیا ہے۔خدائی رشد و ہدایت سے وہ پہلے سے روگردانی کر چکے ہیں۔اسلامی اور سائنسی علوم میں جاری اہم ریسرچ کو ایک مدت سے خیر باد کہہ دیا ہے اور اس کی جگہ جہالت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔مستقبل کے چیلنجوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے جس سفر کو جاری رکھنے کی ضرورت تھی عرصہ دراز سے منقطع کر دیا ہے۔اسلام تو ہمیں آج بھی دنیاوی ترقی کی بلندیوں سے ہم کنار کر سکتا ہے جس طرح کہ قرونِ اولیٰ میں ہمارے آباء واجداد کو اس نے کیا تھا۔لیکن ترقی کے لئے جس طلب اور جدوجہد کی ضرورت ہے وہ ہم میں نہیں رہی۔ہم نے اسلام کے دامن کو چھوڑ دیا ہے۔ہمارے بزرگوں نے قرآن کو مضبوطی سے پکڑا تھا۔ان کی ترقی اور عظمت کا راز قرآن کے ساتھ وابستگی میں تھا اور ہماری ذلت کا باعث قرآن سے ہماری علیحدگی ہے۔علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو بانگِ درا میں یوں بیان کیا ہے:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

آج کی مسلم اُمت:

کسی قوم کے عروج کے پیچھے صرف اس کی مادی طاقت کا ہاتھ نہیں ہوتا ، بلکہ اس کی اخلاقی اور روحانی قوت بھی اس میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔آغاز اسلام میں مسلمانوں کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس پہننے کو کپڑے نہیں تھے، کھانے کے لئے غذا میسر نہیں تھی، سر چھپانے کے لئے چھت نہیں تھی، اپنے دفاع اور جہاد کے لئے ہتھیاروں سے محروم تھے۔جو چیز ان کے پاس فراواں تھی وہ اخلاق کی دولت تھی جس سے ان کے مخالفین محروم تھے۔کفر کے خلاف جنگ میں یہی دولت ان کی ڈھال بنی۔اس کی بدولت وہ اس وقت کی عرب سپر پاور (Super Power)(مشرکین مکہ) پر غالب آ گئے۔اور اس کے دنیاوی غرور کو خاک میں ملا دیا۔جب تک مسلمان اس دولت سے مالا مال رہے کوئی قوم بھی ان کی طرف میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکی۔جدھر کا رخ کرتے تھے فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی تھی۔بقول اقبالؒ:

اندلس کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
اے گلستانِ اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا

(بانگِ درا)

جب مسلمان اس دولت سے محروم ہو گئے، ہوسِ زر کے پرستار بن گئے، سچ کی جگہ جھوٹ نے لے لی، انصاف، ظلم اور ناانصافی سے بدل گیا، بد دیانتی نے معاشرے میں گہری جڑیں پکڑ لیں، امیروں اور غریبوں کے لئے عدل و انصاف کے جداجدا پیمانے مقرر ہو گئے، کمزور لوگ حقوق سے محروم کر دیئے گئے تو مسلمانوں کے اقتدار کی فلک بوس عمارت کو گرنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔غرض جب مسلمانوں نے خدائی احکام سے منہ موڑا تو مشیتِ ایزدی نے بھی ان سے

منہ موڑلیا ۔ نتیجتاً وہ راندہ درگاہ ہو گئے ۔ ابھی تک در در کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں ۔ کبھی ہم منگول فوج کے ہاتھوں تہِ تیغ ہوتے ہیں تو کبھی تا تاریوں سے ، کبھی کروسیڈ فوج کشی کرتے ہیں تو کبھی ہسپانوی (ملکہ ازبیلا اور فریڈیننڈ) لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہیں ۔ کبھی برطانیہ ہم پر مسلط ہو جاتا ہے کبھی روسی ہمارے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں ۔ کبھی مشرقی یورپ والے مسلمانوں کا صفایا کرتے ہیں اور اب ملت کفر مل کر مسلمانوں پر کوڑے برسا رہے ہیں ۔ اور المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے اعمال کی چھان بین کرنے کی بجائے سوال کرتے ہیں ، ہم ذلت و رسوائی میں کیسے گھر گئے ؟ اللہ تعالیٰ قرآن میں اس کا جواب یوں دیتا ہے :

" کہہ دو (ان سے یا محمد ﷺ) یہ مصیبت تمہاری اپنی ہی لائی ہوئی ہے " ۔

ابھی تک ہمارا اخلاقی زوال جاری ہے اور شاید ہم اخلاقی پستی میں دیگر غیر مسلم اقوام سے بھی بلند ہوں ۔ جس قسم کے جرائم آج کل ہم کر رہے ہیں مشرکین مکہ بھی ان سے نابلد تھے اور جن جرائم کا وہ ارتکاب کرتے تھے ان میں تو ہم ان سے بھی آگے ہیں ۔ ہم سے پہلے جو اقوام گزریں ہیں جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تو ان میں کوئی ایک خاص برائی ہوتی تھی جس کی پاداش میں اللہ نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ۔ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں ناپ تول کی کمی ہوتی تھی ۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جنسی بے راہ روی کا شکار تھی وغیرہ وغیرہ ، مگر آج وہ تمام برائیاں ہمارے اندر بیک وقت در آئی ہیں اور سود خوری اور بدکاری میں ہم نے ان کو پیچھے چھوڑ دیا ہے ۔ آج وحشت و بربریت میں ہم نے اپنا کوئی ثانی نہیں چھوڑا ۔ اجتماعی آبروریزی جیسے حیوانی عمل کی تو اسلام سے قبل زمانہ جہالت میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی ۔ جوان خواتین تو کیا معصوم نابالغ بچیوں کے ساتھ بھی انفرادی اور اجتماعی آبروریزی کے وحشیانہ واقعات روزانہ رونما ہوتے ہیں اور المیہ یہ ہے کہ اس معاملے میں پورے معاشرے کی غیرت بے حس ہو چکی ہے ۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے غیر موثر اور انصاف اندھا ہو چکا ہے لیکن ظلم کے خلاف کوئی دردمند آواز اٹھانے کو تیار نہیں ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پوری قوم بے حسی کے سمندر میں غرق ہے ۔

ہم خواتین کا جتنا احترام کرتے ہیں وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ۔عورت اگر اپنی رضامندی کے ساتھ کسی کے ساتھ شادی کر لے (جس کی اسلام میں اجازت ہے) ہم اسے قتل کر کے دم لیتے ہیں ۔خاندانی جائیداد کی تقسیم سے بچنے کے لئے لڑکیوں کی قرآن سے شادی کر دیتے ہیں (رسم سوارہ اور ونی کے تحت)۔قتل کے تنازعات میں مقتول کے وارثین سے تصفیہ کی خاطر نوجوان بچیوں کو تحفۃً پیش کر دیتے ہیں اوران کی زندگی کو جہنم بنا دیتے ہیں ۔یہ ہیں آج کے ہم مردہ ضمیر مسلمانوں کے اعمال ۔

ہمارے اخلاقی تنزل کا یہ بیان ہمارے لئے چشم کشا ہونا چاہیے ۔ہمیں اللہ سے اور اپنی ذات سے یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم ان عادات خبیثہ کو جو ہمارے تنزل کا باعث بن چکی ہیں ،ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں گے اوراصلاح احوال کی ہر ممکن کوشش کریں گے ۔خیرالامم کے منصب کو جو ہم سے چھن چکا ہے ،دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اوراس امت کو اپنے صحیح مقام پر فائز کریں گے ۔

زوال پذیر قوم کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ تخلیقی صلاحیت سے محروم ہوجاتی ہے ۔ اسطرح وہ معاشرتی مسائل اورجدید دور کے چیلنجز کا مقابلہ نہیں کرسکتی ۔زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کو پس پشت ڈال کر اخلاق باختہ قوموں کی بھونڈی نقالی کرتی ہے ۔پھراس پر فخر بھی کرتی ہے ۔ہم بھی اسی المیے سے دو چار ہیں ۔ترقی یافتہ مغربی اقوام کی تہذیب کو اپنی اسلامی تہذیب سے برتر سمجھتے ہیں ۔بغیر سوچے سمجھے غیر مسلموں کے طور طریقے اورانداز اپنانے کی کوشش کرتے ہیں ان کا لباس ،ان کی سی وضع قطع ،ان کی سی بے لباسی اورانہی کا سارہن سہن ہمارے روشن خیال ہونے کا معیار بن چکے ہیں ۔ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ مغربی اقوام کی دنیاوی ترقی کا راز ان کی عریانی ،بے لباسی اورفحاشی میں نہیں ہے بلکہ ان کی مسلسل محنت ،ٹیکنالوجی میں ترقی اور تمام علوم میں مہارت حاصل کرنے میں ہے ۔

مغربی اقوام نے یہ خوبیاں مسلمانوں سے حاصل کیں ،مسلمانوں کی ترقی پر اپنی ترقی کی

بنیاد استوار کی اور مسلسل محنت سے اس ترقی کو آسمان کی بلندیوں تک لے گئے ۔ان قوموں نے ہم سے خوبیاں حاصل کیں اور ہم نے ان سے ان کی برائیاں اور لغویات ۔بسنت، ہولی، ہالوین اور ویلنٹائن ڈے منا کر ہم اپنے آپ کو روشن خیال سمجھنے لگ گئے ہیں ۔اقبالؒ نے صحیح فرمایا تھا:

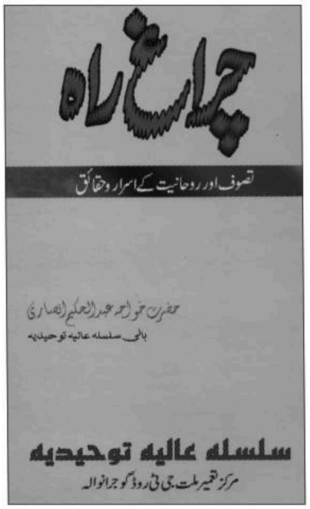
حقیقت خرافات میں کھوگئی
یہ امت روایات میں کھوگئی

(بال جبریل)

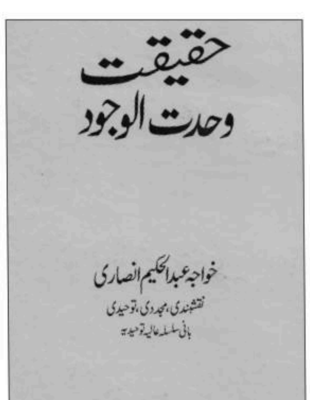
دعائے مغفرت

کوجرانوالہ سے بھائی (عمران منڈیالےوالے) کی والدہ
پسرور سے محمد صادق ڈوگر کی اہلیہ
گکھڑ سے بھائی عبدالقیوم ہاشمی کی خالہ جان
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں
(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔
تمام بھائی مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

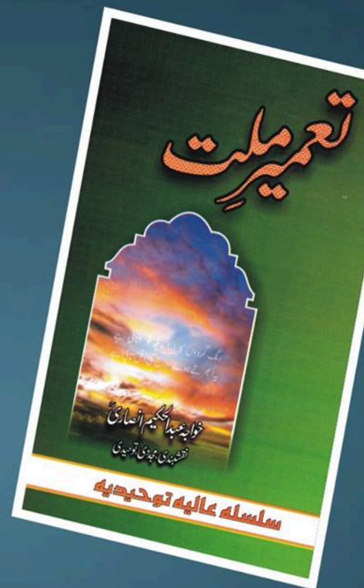


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com